مدیرِ اعلیٰ
حافظ عبد الرحمن مدنی حفظہ اللہ
مدیر
ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

363

ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

محدث

دسمبر ۲۰۱۳ء

ISLAMIC RESEARCH COUNCIL

مجلس التحقیق الاسلامی

۴ جامعہ لاہور الاسلامیہ میں مبارک لمحات
۱۵ سود کی حرمت اور شبہات کا اِزالہ
۳۲ عید الاضحیٰ پر قربانی کے ایام چار ہیں
۸۶ علامہ حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ

Lahore Islamic University

جامعۃ لاہور الاسلامیۃ کے انقلابی اقدام

- ایم فل لیڈنگ ٹو پی ایچ ڈی کلاسز کا آغاز
  - علوم اسلامیہ
  - اکنامکس (اسلامک بینکنگ)
- 4 سالہ بی ایس علوم اسلامیہ

کے اختتام پر بی اے اور ایم اے کی سرکاری منظور شدہ اسناد

داخلہ

آخری تاریخ: 31 جنوری 2014ء
(For Semester: Spring 2014)

- ایم فل میں ایم اے اور اس کے مساوی سند یافتہ (بشمول وفاق المدارس العالیہ) داخلہ لے سکتے ہیں
- جبکہ بی ایس کے داخلہ کے لئے ایف اے اور اس کے مساوی (بشمول وفاق المدارس الثانویہ الخاصہ) داخلہ کے اہل ہیں
- جبکہ میٹرک پاس طلبہ بھی فاؤنڈیشن کورس میں داخلہ کے اہل ہیں

یاد رہے

کہ جامعہ کی اسناد کا سعودی جامعات سے سالہا سال کا معادلہ (Equalation) ہے جس پر سینکڑوں طلباء مدینہ یونیورسٹی وغیرہ میں داخلہ حاصل کر چکے ہیں۔ مذکورہ بالا کورسز میں کامیابی حاصل کرنے والوں کو پاکستان میں منظور شدہ سرکاری اسناد کے علاوہ سعودی عرب میں معتبر و مقبول سندیں بھی جاری کی جائیں گی۔ ان شاء اللہ

منجانب جامعۃ لاہور الاسلامیۃ 91 بابر بلاک گارڈن ٹاؤن لاہور
0301-4415977

مِلّتِ اسلامیہ کا علمی و اِصلاحی مُجلّہ

عدد ۵

ماہنامہ
مُحدّث
لاہور پاکستان

مُدیرِ اعلیٰ
حافظ عبدالرحمن مدنی حفظہ اللہ

اعزازی مُدیر
ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

شمارہ ۳۶۳ | دسمبر ۲۰۱۳ء / محرم الحرام ۱۴۳۵ھ | جلد ۴۵

مجلس اِدارت

ڈاکٹر حافظ انس مدنی — ڈاکٹر حافظ حمزہ مدنی

حافظ عمران الٰہی — محمد کامران طاہر

فہرست مضامین

فکرونظر

جامعہ لاہور الاسلامیہ میں مبارک لمحات — ڈاکٹر حافظ حسن مدنی — ۴

معیشت واقتصاد

سود کی حرمت اور شبہات کا ازالہ — شیخ الحدیث حافظ ذوالفقار علی — ۱۵

فقہ واجتہاد

عید الاضحیٰ پر قربانی کے ایام چار ہیں۔ — مولانا کفایت اللہ سنابلی — ۳۲

احکام ومسائل

صلاۃِ حاجت کی شرعی حیثیت — شیخ محمد صالح المنجد — ۵۲

علاج معالجہ کے شرعی احکام ومسائل — مولانا عبدالجبار سلفی — ۶۰

تاریخ وسیر

ختم نبوت کی تحریکیں اور اہل حدیث — مولانا محمد یوسف انور — ۸۰

یادِ رفتگان

علامہ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ — ڈاکٹر ابو جابر عبداللہ دامانوی — ۸۶

ترسیل کی شکایات
محمد اصغر
03054600861

زرِ سالانہ =/۳۰۰ روپے
فی شمارہ =/۳۰ روپے

بیرون ملک

زرِ سالانہ =/۲۰ ڈالر
فی شمارہ =/۲ ڈالر

Monthly Muhaddis
A/c No:984-8
UBL-Model Town
Bank Squre Market, Lahore.

دفتر کا پتہ
۹۹ جے، ماڈل ٹاؤن
لاہور 54700

042-35866476
35866396

Email:
IRC99J@gmail.com

Publisher:
Hafiz Abdur Rahman Madni

Printer:
Shirkat Printing Press, Lahore

Islamic Research Council

Designing: Crystal Art 16BB Central Plaza Barkat Market, Lahore 03237471861-2

مُحدّث کتاب وسُنّت کی روشنی میں آزادانہ بحث وتحقیق کا حامی ہے ادارہ کا مضمون نگار حضرات سے کُلّی اتفاق ضروری نہیں!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جامعہ لاہور الاسلامیہ میں مُبارک ــــــ لمحات

ایم فِل کلاسز کا آغاز... ائمہِ مسجدِ نبویؐ کی تشریف آوری... ماضی اور حال

کسی بھی ادارے، اس کے بانیان و منتظمین اور منسوبین کے لئے حقیقی مسرّت کے لمحات وہ ہوتے ہیں جب وہ ادارہ اپنے پیش نظر مقاصد کی طرف احسن انداز میں پیش قدمی کرے اور اس میں ترقی ہوتی نظر آئے۔ ایسے ہی خوشی کے لمحات جامعہ لاہور الاسلامیہ میں بھی آئے جب اس ادارے میں علوم اسلامیہ کے ایسے اعلیٰ تعلیمی مراحل کا آغاز ہوا جو سرکاری طور پر منظور شدہ ہیں اور یہ اعزاز برصغیر پاک وہند کی کسی بھی اسلامی درسگاہ کو سب سے پہلے حاصل ہوا ہے...!!

جامعہ میں مؤرخہ ۲ر نومبر ۲۰۱۳ء کو ایم اے کے بعد، ایم فل (ایم ایس رماجستیر) کی پہلی کلاس کا باقاعدہ آغاز ہوا، جو آخر کار تعلیم و تحقیق کی آخری سند یعنی پی ایچ ڈی کی طرف پیش قدمی اور اُس کا مقدمہ ہے۔ اس کلاس میں پچیس طلبہ کو علوم قرآن، علوم حدیث، عربی زبان وادب اور بحث و تحقیق کے کورسز نامور اہل علم و فضل پڑھا رہے ہیں، جو اس اعلیٰ تعلیمی مرحلے کے تقاضوں کے مطابق طویل تدریسی و تحقیقی تجربہ کے حامل اور پی ایچ ڈی کے سند یافتہ ہیں۔

جامعہ ہذا میں ایم فل کی یہ تعلیم جہاں لاہور کی دیگر پرائیویٹ یونیورسٹیوں مثلاً سنٹرل پنجاب یونیورسٹی، یو ایم ٹی، سپیریئر اور لیڈز یونیورسٹی وغیرہ سے بہتر ہے، وہاں اس کے علمی پایہ اور مقام ومرتبہ کا معاصر یونیورسٹیوں سے مقابلہ کرنا بھی زیادتی ہے۔ علوم اسلامیہ کے حوالے سے جامعہ لاہور الاسلامیہ چالیس برس سے میدانِ علم و تحقیق میں سرگرم ہے اور اُس کے فضلا دنیا بھر میں اپنی نامور خدمات کی بنا پر جانے پہچانے جاتے ہیں۔ نیز جامعہ کے طلبہ عالمی اسلامی یونیورسٹیوں میں اعلیٰ امتیازات اور مختلف فیکلٹیوں میں اوّل پوزیشن سے کامیاب ہوتے رہے ہیں۔ جہاں تک سرکاری اعتراف کی بات ہے تو جامعہ ہذا کے اس وقت عالم عرب کی ممتاز ترین یونیورسٹیوں مثلاً ازہر یونیورسٹی مصر، مدینہ منورہ یونیورسٹی، امام یونیورسٹی ریاض وغیرہ، عالم

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

اسلام میں انٹرنیشنل مدینہ یونیورسٹی ملائیشیا، آلِ بیت یونیورسٹی اُردن کے علاوہ، پاکستان کی معروف سرکاری یونیورسٹیوں مثلاً بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد، لاہور یونیورسٹی برائے خواتین اور سرگودھا یونیورسٹی سے مضبوط تعلیمی معاہدات ہو چکے ہیں اور یہ سلسلہ روز افزوں ہے۔ واضح ہے کہ عالمی اور سرکاری یونیورسٹیوں سے تعلیمی معاہدات کی حامل اسناد، نجی منظور شدہ یونیورسٹیوں کی سندوں سے زیادہ اعتبار و مقام رکھتی ہیں کیونکہ سرکاری سند ہونے کے ناطے اُنہیں کسی بھی مقام پر چیلنج نہیں کیا جاسکتا۔ تعلیمی سال ۲۰۱۳ء-۲۰۱۴ء کے لئے سرکاری طور پر سات شعبوں میں ایم اے (اُردو، عربی، انگریزی، اکنامکس، اسلامیات، ابلاغیات)، ۳ ڈسپلن میں بی ایس، اور مینجمنٹ، کامرس اور کمپیوٹر سائنسز میں بیچلر، بی ایس سی اور ماسٹر کی سطح کے پروگرام جاری کرنے کی صلاحیت حاصل ہے۔

جامعہ ہذا کیلئے یہ امر بھی باعث ِافتخار ہے کہ 'فیڈریشن آف یونیورسٹیز آف اسلامک ورلڈ' کے چیئرمین ڈاکٹر سلیمان عبد اللہ ابا الخیل، جو امام یونیورسٹی الریاض کے چانسلر اور معروف علمی و دینی شخصیت ہیں، کو سعودی حکومت نے گذشتہ سال ۱۲ مئی ۲۰۱۲ء کو جامعہ ہذا کے نائب الرئیس کے طور پر متعین کرتے ہوئے دونوں جامعات کے مابین ۱۱ نکاتی وقیع معاہدۂ اتفاق وتعاون کی بھی منظوری ۱دی ہے اور جامعہ کے بعض اہم منصوبہ جات کی تکمیل میں بین الاقوامی

---

١ خادم الحرمين يوافق على مذكرة التعاون بين جامعة الإمام وجامعة لاهور: وافق خادم الحرمين الشريفين الملك عبدالله بن عبدالعزيز رئيس مجلس الوزراء رئيس مجلس التعليم العالي - يحفظه الله - على إجازة مذكرة التعاون بين جامعة الإمام محمد بن سعود الإسلامية وجامعة لاهور الإسلامية في باكستان. وبيّن مدير جامعة الإمام الدكتور سليمان أبا الخيل أن جامعة الإمام محمد بن سعود الإسلامية وجامعة لاهور الإسلامية في باكستان وقعتا مذكرة تعاون بينهما في مجال التعليم العالي وفقاً لما تنص عليه الأنظمة والقوانين في المملكة العربية السعودية وجمهورية باكستان الإسلامية، وذلك في إطار الرغبة في توسيع التعاون المثمر بين مؤسسات التعليم العالي بالمملكة العربية السعودية ومؤسسات التعليم العالي في جمهورية باكستان الإسلامية.

وأوضح الدكتور أبا الخيل أن المذكرة تدعم قنوات الاتصال بين الجامعتين من خلال: تبادل الوثائق والمواد الأكاديمية والعلمية والمطبوعات وجميع المصادر ذات العلاقة بالتعليم الجامعي مع عدم الإخلال بحقوق النشر، وتبادل وفود أعضاء هيئة التدريس والمتخصصين والموظفين الآخرين في مجال التعليم العالي، وتبادل الخبرات والبيانات والمراجع ذات العلاقة بالدراسات العربية والإسلامية وغيرها من المجالات في المملكةالعربيةالسعودية وجمهورية باكستان. (جريدة الرياض: ١٢/ ٥/ ٢٠١٢م)

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد بایں طور معاون ہے کہ اس کے پروچانسلر بھی مذکورہ بالا شخصیت ڈاکٹر ابا الخیل ہی ہیں اور اُس کے موجودہ چیئرمین، امام یونیورسٹی کے سابق رجسٹرار معروف عالم وفقیہ ڈاکٹر عبد الرحمٰن یوسف الدریویش، دونوں اداروں کے مشترکہ تعلیمی مقاصد اور ترقی کے لئے بے حد پر جوش ہیں۔

جامعہ ہذا میں فی الحال ایم فل کی تعلیم کا آغاز علوم اسلامیہ اور اسلامک اکنامکس کے میدانوں میں کیا گیا ہے۔ جبکہ جامعہ کی اپنی جاری شدہ اسناد کم وبیش تین دہائیوں سے سعودی عرب میں منظور شدہ ہیں۔ جامعہ ہذا بر صغیر پاک وہند کا وہ واحد غیر سرکاری ادارہ ہے، جس کی ہائر سکینڈری یعنی انٹر کی اسناد کو سعودی وزارتِ تعلیم کی طرف سے ۱۹۸۴ء میں انٹر/ہائر سیکنڈری کے مساوی تسلیم کر کے، سعودی یونیورسٹیوں میں طلبہ کے داخلہ کے لئے منظور کر رکھا ہے۔ ماضی میں جامعہ کی اس سند پر، جو مڈل کے بعد چار سالہ تعلیم کے بعد دی جاتی ہے، سیکڑوں طلبہ سعودی جامعات میں تعلیم حاصل کر چکے ہیں، اور انہی دنوں مدینہ منورہ یونیورسٹی میں سات طلبہ کو تعلیمی سکالرشپ برائے تعلیمی سال ۱۴۳۵ھ حاصل ہوا ہے۔ گویا اس طرح پنجاب بھر میں کسی بھی ادارے کو حاصل ہونے والا یہ سب سے بڑا سعودی سکالرشپ ہے۔ مزید برآں جامعہ میں مڈل کے بعد آٹھ سالہ تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ کو دی جانے والی سند کو، سعودی عرب کی منسٹری آف ہائر ایجوکیشن، ۱۹۸۶ء سے ایم اے کے برابر تسلیم کر کے، اس کی بنا پر سند یافتہ طلبہ کو ایم فل یعنی ماجستیر میں براہِ راست داخلہ کی منظوری دے چکی ہے۔ کسی بھی غیر حکومتی ادارے کے لئے سعودی نظام تعلیم سے ہم آہنگی اور اعتراف کی یہ سب سے بڑی مثال ہے۔

جامعہ لاہور اسلامیہ کا آغاز چالیس برس قبل عالم اسلام کی معروف ترین جامعہ، مدینہ یونیورسٹی سے فیض پانے والے ان چند مدنی علما وفضلا نے کیا تھا، جو ۱۹۶۲ء میں اس یونیورسٹی کے آغاز کے بعد پہلے پہل وہاں تعلیم حاصل کرنے کے لئے گئے۔ مدینہ منورہ یونیورسٹی عالم اسلام کے نامور اساطین علم کی مشترکہ تدریسی وتنظیمی کاوشوں اور مشاورتوں کے ساتھ مدینۃ الرسول ﷺ میں اُمتِ اسلامیہ کے ذمے عائد تعلیم دین کے فریضہ سے عہدہ برا ہونے کے لئے قائم کی گئی تھی اور مفتی دیارِ سعودیہ شیخ امام محمد بن ابراہیم اور سابق مفتی اعظم جنہیں اس وقت امام عبد العزیز بن باز رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے جانا جاتا ہے، اس کے اوّلین وائس چانسلرز تھے۔

magazine.mohaddis.com

اُن کی سربراہی میں دنیا بھر سے بلائے جانے والے نامور علما وفقہا اس یونیورسٹی کے اوّلین اساتذہ کرام قرار پائے۔

پاکستان سے مدینہ منورہ یونیورسٹی میں سب سے پہلا تعلیمی سکالر شپ حضرۃ العلام، مجتہد العصر حافظ عبد اللہ محدث روپڑی رحمۃ اللہ علیہ کے زیر انتظام چلنے والے جامعہ اہل حدیث، لاہور کو حاصل ہوا، اور اسی جامعہ کے تین طلبہ، جو محدث روپڑی کے ممتاز شاگرد تھے، سب سے پہلے ۱۹۶۳ء میں علمائے پاکستان کی ایک نمائندہ پروقار تقریب میں اس مبارک مقصد کے لئے مدینۃ الرسولؐ عازمِ سفر ہوئے۔ ان تین علما کے اسماے گرامی شیخ الحدیث حافظ ثناء اللہ مدنی حفظہ اللہ، مولانا ڈاکٹر حافظ عبد الرحمٰن مدنی حفظہ اللہ اور مولانا عبد السلام کیلانی مدنی ہیں۔ ان علما نے مدینہ منورہ سے واپسی پر، ایک طرف 'محدث' کے نام سے تحقیقی مجلّہ جاری کیا۔ مولانا کیلانی نے اوّل الذکر کے گاؤں سرہالی کلاں، قصور میں بیٹھ کر مجلّہ کا یہ مبارک نام تجویز کیا، جس کی عملی ذمہ داری مولانا عبد الرحمٰن مدنی ۴۳ برس سے پوری کررہے ہیں۔ دوسری طرف تعلیم وتدریس کے میدان میں رحمانیہ کے نام سے ثانوی درجہ کی دینی درسگاہ سے آغاز کیا گیا جس میں متعدد کبار علما کے ساتھ تینوں شخصیات درس وتدریس کے فرائض انجام دیتی رہیں۔ 'محدث' اور 'رحمانیہ' کا نام اختیار کرنے کی وجہ اس مبارک تسلسل کا احیا بھی ہے جو قیامِ پاکستان سے قبل جماعت اہل حدیث کی مایہ ناز درسگاہ 'دار الحدیث رحمانیہ، دہلی' کے ذریعے پاکستان اور دنیا بھر میں پھیلا۔ اُس درسگاہ سے بھی 'محدث' کے نام سے ماہوار مجلّہ ۱۹۳۲ سے ۱۹۴۳ء تک شائع ہوتا رہا جس کے مدیروں میں 'مرعاۃ المفاتیح' کے نامور مؤلف مولانا عبید اللہ رحمانی مبارکپوری اور نائب امیر جماعتِ اسلامی، مولانا عبد الغفار حسن رحمہم اللہ کے اسماے گرامی قابل ذکر ہیں۔ دہلی میں یہ درسگاہ بڑے علمی جاہ وجلال سے سرگرمِ عمل تھی حتیٰ کہ قیام پاکستان کے ہنگاموں میں اس کی خدمات ماند پڑتے پڑتے آخر کار ختم ہوگئیں۔ حافظ عبد اللہ محدث روپڑی اور اُن کے چھوٹے بھائی حافظ محمد حسین روپڑی، اس درسگاہ کے نصاب ساز اور ممتحن ہوا کرتے ۔ محدث کے مدیر اعلیٰ حافظ عبد الرحمٰن مدنی، حافظ محمد حسین روپڑی کے فرزند اور اپنے والد وچچا حافظ عبد اللہ محدث روپڑی کے شاگردِ خاص ہیں جنہوں نے مدینہ منورہ یونیورسٹی سے تعلیم پانے کے بعد روپڑی کی بجائے، اس سے مبارک تر نسبت 'مدنی' اختیار کرلی۔

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

حضرت مولانا حافظ ثناء اللہ مدنی حفظہ اللہ جامعہ ہذا کے کم و بیش ۳۰ برس سے شیخ الحدیث اور مفتی کے فرائض انجام دے رہے ہیں، اور آج پاکستان بھر میں اُستاذ الاساتذہ اور 'مفتی اہل حدیث' کے لقب سے جانے جاتے ہیں۔ حافظ صاحب موصوف چند برسوں سے عرب دنیا: ریاض، کویت، امارات اور امریکہ وغیرہ میں عرب اساتذہ حدیث کو حدیث کی ممتاز کتب کا دورۂ حدیث بھی کرواتے ہیں اور اس میں ہزاروں کی تعداد میں اہل علم شریک ہوتے ہیں۔ ریاض شہر میں ہونے والی ایسی ایک مبارک محدثانہ مجلس کا تذکرہ دار السلام کے مینیجنگ ڈائریکٹر مولانا عبد المالک مجاہد نے اپنے زیر ادارت مجلّہ 'ضیاے حدیث' لاہور کے جولائی ۲۰۱۳ء کے شمارہ میں ادارتی صفحات پر بالتفصیل کیا ہے، جس میں اس مجلس کی علمی شان و شوکت اور شیخ الحدیث مدنی حفظہ اللہ کی عالمانہ تدریس پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

مولانا حافظ عبد الرحمٰن مدنی، ایک نامور دینی خاندان روپڑیہ کے فرزند ہونے کی بنا پر، مدینہ منورہ یونیورسٹی سے واپسی پر، پاکستان میں ایسی ہی ایک یونیورسٹی کے قیام کے لئے یکسو ہوگئے جس میں اسی درجہ کی تعلیم اور وہی وسیع تر علمی و فکری منہج اختیار کیا جائے جو مسلکی تعصّبات سے بالاتر، اسلام کی مکمل ترجمانی اور اس پر ہونے والے حملوں کا دفاع کرتا ہو۔ اُن کے والدِ گرامی شیخ الحدیث حافظ محمد حسین روپڑی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر ۱۹۵۹ء میں اُن کے چچا حافظ عبد اللہ محدث روپڑی نے اُنہیں جامعہ اہل حدیث، لاہور کا منتظم مقرر کیا تھا۔ محدث روپڑی کی ۱۹۶۴ء میں وفات کے بعد آپ معروف مناظر اسلام اور اپنے تایازاد بھائی حافظ عبد القادر روپڑی رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں جامعہ اہل حدیث کا انتظام وانصرام کرتے رہے اور وہاں سے شائع ہونے والے 'تنظیم اہل حدیث' کی ادارت کے فرائض بھی ساٹھ کی دہائی میں انجام دیتے رہے۔

ادارہ جاتی اُمور اور 'تنظیم اہل حدیث' کی ادارت کے تجربوں نے 'رحمانیہ' کی تشکیل اور 'محدث' کی تعمیر و ترقی میں اُنہیں خوب فائدہ پہنچایا۔ محدث کے قارئین اور جامعہ کے فضلا، اس چالیس سالہ جدوجہد سے گاہے بگاہے واقف ہوتے رہتے ہیں جس کو اپنی علمی زندگی میں جناب مدیر اعلیٰ 'محدث' نے نصب العین بنائے رکھا۔ آئندہ سالوں میں رحمانیہ کے نام سے یہ ادارہ جامعہ لاہور الاسلامیہ کے نام سے ترقی پانے لگا اور رحمانیہ اُس کے ہائر سیکنڈری رثانوی مرحلہ کا نام برقرار رہا۔ اس ادارے میں ۱۹۷۸ء میں مدینہ یونیورسٹی کی طرز پر پاکستان کا سب سے پہلا

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

'کلیۃ الشریعہ' قائم ہوا جو قانون و شریعت کی مہارت اور عدل وانصاف کے اسلامی ماہرین کی تیاری کے لئے مختص ہے اور ۱۹۹۲ء میں سب سے پہلا کلیۃ القرآن الکریم قائم ہوا جس کا مقصد علوم قرآن اور تفسیر و قراءات میں کلام الٰہی کو مرکزی حیثیت سے پڑھانا تھا۔ جامعہ لاہور الاسلامیہ جہاں برصغیر کی روایتی درسگاہوں سے مختلف اور عالم عرب کی جامعات کی طرز پر پاکستان میں پہلا پہلا تجربہ تھا، وہاں ان چالیس سالوں میں اس کے فضلا کو سعودی جامعات میں سب سے زیادہ سکالرشپ بھی حاصل ہوئے جس کی تعداد سیکڑوں تک پہنچتی ہے۔

اس وقت جامعہ لاہور الاسلامیہ، لاہور میں تین بڑے مراکز میں جو مختلف مراحل تعلیم کے لئے مختص ہیں، پھیلا ہوا ہے۔ 'جامعہ لاہور الاسلامیہ، البیت العتیق' کے نام سے واپڈا ٹاؤن کے قرب میں وسیع تر ادارہ حفظِ قرآن اور ثانوی درجہ یعنی ایف اے تک کی معیاری تعلیم کے لئے ڈاکٹر قاری حافظ حمزہ مدنی کی قیادت میں کام کر رہا ہے۔ یہاں سیکڑوں کی تعداد میں رہائشی طلبہ علوم اسلامیہ کی تحصیل میں مشغول ہیں اور پچیس سے زائد اساتذہ وعلمائے کرام، جامعہ میں ہمہ وقت موجود رہ کر مستقبل کے علما کی علمی و عملی تربیت کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

'جامعہ لاہور الاسلامیہ، رحمانیہ' کے نام سے گارڈن ٹاؤن میں قائم ادارہ راقم الحروف کی نگرانی میں کلیہ یعنی کالج لیول کی تعلیم کے لئے سرگرم ہے۔ جہاں علوم اسلامیہ میں عرب یونیورسٹیوں کی طرح چار سالہ کلیۃ الشریعہ اور ایم فل علوم اسلامیہ کی کلاسیں جاری ہیں۔ ایم فل کی طرح، اس چار سالہ تعلیمی پروگرام کو بھی پاکستان میں حال ہی میں متعارف ہونے والے چار سالہ بی ایس پروگرام کی شکل دے کر، اس کی تکمیل پر ایم اے کی سرکاری سند جاری کی جاتی ہے جس میں بی اے کی سند شامل ہوتی ہے۔ اس ادارہ میں طلبہ کے علاوہ طالبات کی ایک کثیر تعداد بھی مستقل اور جداگانہ بنیادوں پر تعلیم حاصل کرتی ہے اور خواتین کے تعلیمی مراحل کی تمام تر نگرانی مولانا حافظ عبد الرحمٰن مدنی کی اہلیہ محترمہ کرتی ہیں۔

مولانا مدنی کی اہلیہ محترمہ، مولانا عبد الرحمٰن کیلانی کی بیٹی ہیں اور خود بھی عرصہ تیس برس سے 'اسلامک انسٹیٹیوٹ' کے نام سے خواتین کے لاہور میں ۶/ تعلیمی ادارے اور ۲۵ قرآن سنٹرز کی نگرانی کر رہی ہیں۔ برسہا برس کی تدریسی سرگرمیوں میں اُن سے تیس ہزار سے زائد خواتین نے قرآنِ کریم اور حدیثِ نبوی کی براہِ راست تعلیم حاصل کی ہے۔ لاہور کے خواتین

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

حلقوں میں اُن کے یومیہ درس باقاعدگی سے ہوتے ہیں۔ خواتین کے یہ مراکز مولانا مدنی کی اہلیہ محترمہ اور اُن کی بیٹیوں کی زیر نگرانی مصروفِ عمل ہیں۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء!

جامعہ کی تیسری مرکزی بلڈنگ ماڈل ٹاؤن میں واقع ہے۔ یہ وہ مبارک عمارت ہے، جہاں قیام پاکستان کے بعد روپڑی بزرگان (حافظ عبد اللہ روپڑی، حافظ محمد حسین روپڑی، حافظ محمد اسمٰعیل روپڑی اور حافظ عبد القادر روپڑی رحمہم اللہ) نے قیام کیا اور وہاں آج تک اُن کے جاری کردہ علمی فیوض اور تدریسی و تحقیقی سلسلے جاری وساری ہیں۔ اس عمارت میں مجلس التحقیق الاسلامی، محدث کے دفاتر اور لاہور کی عظیم الشان اسلامی لائبریری 'مکتبہ رحمانیہ' موجود ہے۔ حالیہ دنوں میں اسی مرکز سے اُردو زبان کی سب سے بڑی ویب سائٹ 'کتاب وسنت.کام' اور اس سے ملحقہ ویب سائٹس کی تیاری ہوتی ہے۔ یہ ویب سائٹ اور مرکز ڈاکٹر حافظ انس مدنی (فاضل مدینہ یونیورسٹی) کے زیر نگرانی کام کررہا ہے۔ اس ویب سائٹ پر دنیا بھر سے اُردو لٹریچر بالکل مفت پڑھا اور ڈاؤن لوڈ کیا جاتا ہے۔ حال ہی میں یہاں احادیثِ نبویہ کے مستند تراجم وشروح کی جدید ترین ویب سائٹ کا بھی آغاز کیا گیا ہے جو جدید دنیا کی اہم ترین علمی ضرورت تھی۔ محدث فتاویٰ کی ویب سائٹ میں تقریباً ۱۰ ہزار فتاویٰ دیے جاچکے ہیں اور باقاعدگی سے یہ سلسلہ جاری ہے، تحقیقی سرگرمیوں کے ساتھ یہ مرکز پی ایچ ڈی مرحلہ کی تعلیم و تحقیق کے لئے مخصوص ہے۔ تینوں مراکز میں باقاعدہ مساجد بھی موجود ہیں۔ مرد و خواتین کے لئے ان تمام تعلیمی مراکز کی سرپرستی اور نگرانی جناب مدیر اعلیٰ 'محدث' مولانا مدنی حفظہ اللہ فرماتے ہیں۔

جامعہ میں ائمہ مسجدِ نبوی ﷺ کی آمد

گذشتہ ماہ ۲/ اکتوبر ۲۰۱۳ء کا دن اس لحاظ سے بڑا مبارک ثابت ہوا کہ اس دن جامعہ کی البیت العتیق برانچ کو مسجدِ نبوی کے ائمہ کرام اور مدینہ یونیورسٹی کے تین اساتذہ کرام کی میزبانی کا شرف حاصل ہوا۔ ۲/ اکتوبر کی نمازِ عشا کی امامت جامعہ کی مرکزی مسجد میں مسجدِ نبوی کے مشہور امام ڈاکٹر شیخ محمد ایوب مدنی حفظہ اللہ نے فرمائی۔ ان کے ہمراہ مسجدِ نبوی کے معروفِ زمانہ امام شیخ ڈاکٹر علی عبد الرحمن حذیفی کے فرزندِ ارجمند ڈاکٹر احمد علی عبد الرحمن حذیفی بھی موجود تھے۔ شیخ محمد ایوب اپنے خوبصورت لہجہ میں برسہا برس مسجدِ نبوی میں تراویح کی امامت فرماتے

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

رہے ہیں۔ جبکہ شیخ حذیفی کے فرزند ڈاکٹر احمد علی حذیفی، مسجد قبلتین مدینہ منورہ کے باضابطہ امام ہونے کیساتھ گاہے مسجد ِنبوی میں بھی امامت کا شرف حاصل کرتے ہیں۔ مدینۃ الرسول ﷺ کی یہ دونوں مبارک شخصیات اور اُن کے ہمراہ شیخ عباس شکری، جو مسجد ِنبوی کے مؤذن ہیں، تینوں مدینہ منورہ یونیورسٹی کے معزز اساتذہ کرام بھی ہیں اور اپنے علم و فضل کی بنا پر بھی اُن کا بہت احترام کیا جاتا ہے۔ البیت العتیق میں اس مبارک شب کو نمازِ عشا کی اذان شیخ عباس شکری نے دی اور ہزاروں انسانوں کا جم غفیر اُن کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے بے تاب تھا۔ نمازِ عشا کے دوران لوگوں کا جوش وجذبہ دیدنی تھا، بہت سوں کی آنکھوں سے خوشی ومسرت کے آنسو رواں تھے۔

امام مسجد ِنبوی ڈاکٹر شیخ محمد ایوب کی امامت میں نماز ادا کرنے والوں میں خواتین وحضرات کی بڑی تعداد کے علاوہ، لاہور کی ممتاز دینی شخصیات بھی شریک تھیں، جنہوں نے مدینہ منورہ کے ان مہمانوں کا پرتپاک استقبال کیا۔ مولانا حافظ مسعود عالم، حافظ ابتسام الٰہی ظہیر، مولانا محمد رمضان سلفی، مولانا حافظ محمد شریف، قاری محمد ادریس العاصم، ڈاکٹر محمد حماد لکھوی، قاری محمد ابراہیم میر محمدی، مولانا عبد الماجد سلفی، مولانا محمد شفیق مدنی ، ڈاکٹر عبد الغفور راشد، قاری صہیب احمد میر محمدی وغیرہ کے علاوہ جامعہ اشرفیہ لاہور کے مہتمم مولانا فضل الرحیم اشرفی، دارالعلوم اسلامیہ کامران بلاک کے نائب مہتمم مولانا ڈاکٹر قاری احمد میاں تھانوی، جماعت اسلامی کی علما کونسل کے چیئرمین مولانا عبدالمالک، جناب امیر العظیم، تنظیم اساتذہ پاکستان کے صدر پروفیسر میاں محمد اکرم اور نامور صحافی جناب انور قدوائی، سجاد میر، رؤف طاہر، تاثیر مصطفیٰ اور بہت سی نمایاں اور قد آور سیاسی شخصیات موجود تھیں۔

اس موقع پر راقم الحروف نے استقبالیہ کلمات میں مہمانوں کو خوش آمدید کہتے ہوئے، اُنہیں ایسی جامعہ میں خوش آمدید کہا جو پاکستان میں مدینہ منورہ یونیورسٹی کے متعارف کردہ نظامِ تعلیم کی نمائندہ سمجھی جاتی ہے اور یہاں پاکستان بھر میں سب سے بڑی تعداد میں مدینہ یونیورسٹی کے فضلا تدریس و تحقیق میں مصروفِ عمل ہیں۔ ڈاکٹر حافظ حمزہ مدنی، ڈاکٹر حافظ انس مدنی اور جامعہ کے اساتذہ کرام نے پروگرام کے تمام انتظامات سنبھالے۔ مدینہ یونیورسٹی سے آنے والے اساتذہ، یہاں اپنے بہت سے سابقہ شاگردوں کو دیکھ کر اُن میں گھل مل گئے۔ اگلے روز روزنامہ 'جنگ' میں شائع ہونے والے کالم 'جمہور نامہ' میں جناب رؤف طاہر نے لکھا کہ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

"اخبار میں کوئی اشتہار، نہ خبر، نہ ٹی وی پر کوئی ٹکر... صرف چار پانچ گھنٹوں میں یہ خبر سینہ بہ سینہ یا پھر ایس ایم ایس اور فون کالز کے ذریعے پھیلی اور شوکت خانم ہسپتال سے دو کلو میٹر دور جامعہ لاہور الاسلامیہ، البیت العتیق کی وسیع مسجد کے ہال، صحن اور گیلریوں میں تل دھرنے کو جگہ نہ رہی۔ یہ آقائے دوعالم ﷺ کے شہر سے آنے والے مہمانوں کا خیر مقدم بھی تھا، اور امامِ مسجدِ نبویؐ کی اقتدا میں نمازِ عشا پڑھنے کی سعادت بھی۔ امامِ کعبہ تو وقتاً فوقتاً پاکستان آتے رہتے ہیں، ہمیں یاد ہے کہ لاہور اور کراچی میں لاکھوں فرزندانِ اسلام نے ان کی اقتدا میں نمازیں ادا کیں۔ کچھ عرصہ قبل مشرف دور میں بھی آئے تھے، لیکن جہاں تک ہمیں یاد پڑتا ہے، اہل پاکستان کو مسجدِ نبویؐ کے امام کی میزبانی کا شرف کم کم ہی حاصل ہوا۔" (۵/ اکتوبر ۲۰۱۳ء)

جامعہ لاہور الاسلامیہ میں اعلیٰ اور سرکاری سطح پر معتبر و مستند تعلیمی مراحل کا آغاز محض ایک اسلامی ادارہ کا ارتقا ہی نہیں ہے، بلکہ دراصل یہ اس خلیج کو پاٹنے کی اہم ترین کوشش بھی ہے جس کی بنیاد انگریز استعمار نے دو صدیوں قبل رکھی تھی، جب اس نے اپنے سیکولر نظریات کے مطابق دینی تعلیم کو معاشرے سے دیس نکالا دیتے ہوئے اس کو حجروں اور مساجد تک محدود کرنے کی سعئ بد کی تھی۔ جامعہ میں دینی اہداف و مقاصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے اعلیٰ تعلیمی مراحل کا آغاز، مسٹر اور ملا کے نام سے رائج کی جانے والے مسلم معاشرے کی تقسیم کے خلاف ایک ٹھوس عملی قدم ہے۔ یہ امتزاج اس امر کا بھی عکاس ہے کہ دینی اور سرکاری نظام ہائے تعلیم بہت سے مراحل پر متحد و یکجا بھی ہوسکتے ہیں۔ اس امر کی کوئی مجبوری نہیں ہے کہ دینی تعلیم کو سرکاری اعتراف و منظوری سے دور رکھا جائے۔ تعلیم کی دو متوازی دائروں میں تقسیم دراصل اس ثنویت کا شاخسانہ ہے، جسے سیکولرزم نے ہماری پوری زندگی میں پھیلا کر، اسے مسموم کررکھا ہے۔

جامعہ ہذا میں صرف ایم فل اور پی ایچ ڈی کی تعلیم ہی سرکاری تقاضوں کے مطابق نہیں ہورہی بلکہ اس سے قبل ایف اے کے بعد کے کلیہ وکالج کے مراحل بھی سرکاری تقاضوں کے تحت آگے بڑھ رہے ہیں۔ ماضی میں وفاقوں کے تحت، دینی تعلیم کو ایک متوازی نظام تعلیم مانتے ہوئے، ان کے مساوی و معادل ہونے کے نظریے کے تحت اُن کی اسناد کو منظوری دی گئی تھی، جو اکثر وبیشتر کامل سند کے تقاضے پورے نہیں کرتی، کبھی علما کو میدانِ سیاست میں اور کبھی سائنس و مینجمنٹ کے علوم میں وفاق کی سند کی بنا پر آگے بڑھنے کی اجازت نہیں دی

جاتی۔ جبکہ جامعہ ہذا کا موجودہ اقدام، طالب علم کو عین انہی سرکاری اسناد کا حق دار بنا دیتا ہے، جو پاکستان کی اعلیٰ ترین اور ہر مقام پر معتبر و مستند شہادات ہیں۔ اس طریقے میں حکومت اور ایچ ای سی کے پیش کردہ نظام میں مہیا گنجائشوں سے استفادہ کیا گیا ہے، تاکہ مستقبل میں یہ طلبہ ایک متوازی نظامِ تعلیم کے بجائے مرکزی قومی نظامِ تعلیم کے دھارے میں شامل ہو جائیں۔

اس مقصد کے لئے برصغیر کے روایتی مدارس اور اُن کے موجودہ مسائل سے بالاتر ہو کر، عالم عرب میں موجود اسلامی جامعات میں موجود علوم اسلامیہ کی تدریس کے نظام سے ہمیں استفادہ کرنا ہو گا۔ توجہ طلب امر ہے کہ پاکستان کے دینی مدارس کے فضلا مدینہ یونیورسٹی میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے کوشاں رہتے ہیں، گویا وہاں سرکاری تعلیم حاصل کر کے، اُن کے علم و فضل پر کوئی حرف آنے کی بجائے، اس میں مزید وقار اور اعتبار واعتماد پیدا ہوتا ہے۔ یہی وہ نکتہ مشترکہ ہے، کہ پاکستانی مدارس عرب کی اسلامی جامعات کے نظام و نصاب کا اپنے مروّجہ نظام سے تجزیہ و تقابل کریں، اور مستقبل کے لئے مضبوط لائحۂ عمل تشکیل دیں۔ تاہم ان عظیم تر اعلیٰ مقاصد کے لئے انتہائی محنت، باریک بینی، جدوجہد اور اخلاصِ نیت ضروری ہیں۔ جامعہ ہذا نے چالیس برس کی مسلسل جدوجہد کے بعد ان مقاصد کو حاصل کیا ہے۔ جامعہ ہذا میں گذشتہ سالوں میں تجربہ کار اساتذہ کرام کی دانش و بصیرت کو مسلسل اور طویل مشاورتوں میں بروئے کار لاتے ہوئے نصاب و نظام میں ایسی مفید اور بامقصد اصلاحات کی گئی ہیں جن کی ایک طرف مستند علمانے تائید کی ہے اور دوسری طرف اُن کے ذریعے دینی مدرسہ کے اصل مقاصد کی بہتر پاسداری کو یقینی بنایا گیا ہے۔ چار برس قبل آنے والی اس تبدیلی کو طلبہ کا اعتماد حاصل ہے اور اس سے آخری کلاسوں میں جامعہ کا داخلہ میں اضافہ ہوا ہے۔ جامعہ کے فضلا جس جس ادارے میں موجود ہیں، وہاں اُن کے علم و فضل کے ساتھ ساتھ، ان میں فرقہ وارانہ رجحانات کی کمی، اور اس کے مقابلے میں ملت اور اسلام کو درپیش مسائل کے بارے میں فکر مندی کو محسوس کیا جاسکتا ہے۔ قدامت پرستی سے گریز اور جدید صالح تجربات سے استفادہ، ایک بلند علمی معیار اور غیر معمولی جہد و کاوش کا متقاضی ہے۔

مدارس کا موجودہ نظام مسجد و مدرسہ کے ماہرین تو ہمیں میسر کرتا اور امامت و خطابت کی صلاحیت تو پیدا کرتا ہے، لیکن اگر ہم اسی پر اکتفا کریں تو یہ استعمار کا تشکیل کردہ ہمارے لئے وہ سیکولر دائرہ عمل ہے کہ ہمارا دین بس ہماری انہی پرائیویٹ ضروریات تک محدود رہے، اور

magazine.mohaddis.com

اسلامی تعلیمات سے مزین یہ لوگ معاشرے کی امامت وسیادت اور ان کو راہِ راست پر لانے کا خیال ترک کر دیں۔ اسلامی معاشرہ اللہ کی تعلیمات سے غافل اور مغربی افکار کی گمراہی میں لتھڑا رہے اور وہاں اہل دنیا کو دین کے تقاضوں سے بے پرواہو کر اپنی خواہشات کی تکمیل میں پورے معاشرے کو کھپاتے رہنے کی پوری آزادی حاصل رہے۔ ہمارا دین 'اسلام' مسجد و مدرسہ یعنی عبادت و تعلیم سے تقویت پا کر پورے معاشرے میں اپنا مؤثر پیغام پھیلاتا ہے اور ایک کامل نظامِ حیات کی طرف مسلمانوں کو لے جاتا ہے۔اس لئے کسی مدرسہ میں تعلیم کو دینی اور دنیاوی کے دو دائروں میں تقسیم کر کے پڑھنا، دراصل سیکولر ذہنیت کا شاخسانہ ہے۔ مسلمان کی تعلیم اور پوری زندگی سب کی سب اللہ کے لئے ہی ہوتی ہے، دینی علوم کے ساتھ ساتھ وہ اُمورِ دنیا کو بھی اللہ کے احکام کی تعمیل میں سیکھتا اور الٰہی مقاصد کے لئے ہی بروئے کار لاتا ہے۔ اس بنا پر تعلیمی ثنویت کا خاتمہ اشد ضروری ہے جو ہمارے پورے معاشرے کو دین دار اور بے دین کی تقسیم میں بانٹتی جارہی ہے۔

تعلیمی و نظریاتی تقاضوں کے علاوہ، مدارس میں پڑھنے والے طلبہ پر معاشرتی دباؤ اس قدر بڑھتا جارہا ہے کہ وہ مدارس میں دورانِ تعلیم سرکاری اسناد (میٹرک، ایف اے، بی اے اور ایم اے) کے حصول میں بہت سا قیمتی وقت صرف کر دیتے ہیں۔ یا تو دورانِ تعلیم، دینی تعلیم سے بے اعتنائی کر کے یا فراغت کے بعد، کئی ایک سال اسناد کے حصول کی جدوجہد میں گزار کر... یہ مسائل اس قابل ہیں کہ اِن کے حل کی کوئی تدبیر نکالی جائے اور طلبہ پر آنے والے تعلیمی اور معاشرتی دباؤ کو قابل برداشت بنایا جائے۔

جامعہ لاہور اسلامیہ میں متعارف کرائے جانے والے نظام میں بہت سی مشکلات موجود ہیں، ابھی بہت سے عملی مسائل باقی ہیں، لیکن ایک خاندان کی سطح پر پروان چڑھنے والا تعلیمی ادارہ، ایک طویل محنت کے بعد، کم از کم ایک قابل عمل سوچ اور نمونہ ہی دے دے تو یہ بھی غنیمت ہے۔ الحمد للہ ہمارا یہ یقین ہے کہ فکری اور نظریاتی طور پر ہمارا راستہ بالکل درست ہے، اس کے امکانات بہت روشن ہیں اور مدارسِ دینیہ کا جو مقصد ہے یعنی اسلام کے ماہرین، داعی، مدرس، مفتی و محقق پیدا کرنا، اس میں ہم آج بھی کامیاب ہیں اور مستقبل میں بھی... تاہم عملی دنیا میں بہت سے مراحل ابھی باقی ہیں جو اللہ کی خاص توفیق اور مدد کے ساتھ ان شاء اللہ ضرور حاصل ہو کر رہیں گے۔ والّذین جاھدوا فینا لنھدینّھم سُبلنا !! [ڈاکٹر حافظ حسن مدنی]

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

شیخ الحدیث حافظ ذوالفقار علی[1]

سود کی حرمت و حقیقت اور بعض شبہات کا اِزالہ

۱۴؍ نومبر ۱۹۹۱ء کو پاکستان کی فیڈرل شریعت کورٹ نے ہر قسم کے سودی کاروبار کو حرام قرار دے کر ملکی معیشت کو اس سے جلد پاک کرنے کا تاریخ ساز فیصلہ دیا تھا اور ۲۳ دسمبر ۱۹۹۹ء کو سپریم کورٹ کے شریعت اپلیٹ بنچ نے بھی اس کی توثیق کی تھی لیکن ۲۴ جون ۲۰۰۲ء کو سپریم کورٹ نے UBL کی نظر ثانی کی اپیل پر اس فیصلے کو کالعدم قرار دے کر اسے دوبارہ فیڈرل شریعت کورٹ میں بھیج دیا گیا جہاں اب اس کیس کا از سر نو جائزہ[2] لیا جارہا ہے۔ یہ مضمون اسی تناظر میں لکھا گیا ہے۔

حرمتِ سود

سود خواہ کسی غریب ونادار سے لیا جائے یا کسی امیر اور سرمایہ دار سے، یہ ایک ایسی لعنت ہے جس سے نہ صرف معاشی استحصال، مفت خوری، حرص و طمع، خود غرضی، شقاوت و سنگ دلی، مفاد پرستی، زر پرستی اور بخل جیسی اخلاقی قباحتیں جنم لیتی ہیں بلکہ معاشی اور اقتصادی تباہ کاریوں کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے اس لیے دین اسلام اسے کسی صورت برداشت نہیں کرتا۔ قرآن حکیم

۱ شیخ الحدیث ابوہریرہ شریعہ کالج، مسجد ابوہریرہ، کریم بلاک، علامہ اقبال ٹاؤن، لاہور

۲ نظر ثانی کی اس درخواست پر سابقہ فیصلے کو کالعدم قرار دیتے ہوئے، از سر نو کیس کا جائزہ لینے کی ہدایت کی گئی۔ ۱۱ برس یونہی گزر گئے اور اب ۲۱؍ اکتوبر ۲۰۱۳ء کو اس کیس کی سماعت کا آغاز وفاقی شرعی عدالت میں کر دیا گیا ہے، گویا معاملہ پھر سے وہیں آپہنچا ہے جہاں سے ۲۲ برس قبل وفاقی شرعی عدالت میں شروع ہوا تھا۔ شرعی عدالت نے ۱۴ سوالات پر مشتمل سوالنامہ جاری کر دیا ہے جس کا جواب ۵ نومبر سے پہلے پہلے طلب کیا گیا ہے۔ ان میں سے بیشتر سوالات وہی ہیں، جن کا جواب اس سے پہلے بھی دیا جا چکا ہے، محدث کے خصوصی شمارہ سود نمبر مجریہ اکتوبر ۱۹۹۹ء میں ان سوالات کے تفصیلی جوابات ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں۔ اس سارے منظر نامے سے حکومتِ پاکستان کی نفاذِ اسلام کے لئے 'مخلصانہ خدمات' اور رجحانات کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ ح م

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

نے نہ صرف اسے قطعی حرام قرار دیا ہے بلکہ اسے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ جنگ قرار دیا ہے:

﴿ اَلَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْۤا اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ؕ وَ اَمْرُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ وَ مَنْ عَادَ فَاُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ۝ یَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَ یُرْبِی الصَّدَقٰتِ ؕ وَ اللّٰهُ لَا یُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِیْمٍ۝ ﴾[1]

''جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ یوں کھڑے ہوں گے جیسے شیطان نے کسی شخص کو چھو کر مخبوط الحواس بنا دیا ہو۔ اس کی وجہ ان کا یہ قول ہے کہ تجارت بھی تو آخر سود کی طرح ہے، حالانکہ اللہ نے تجارت کو حلال قرار دیا ہے اور سود کو حرام، اب جس شخص کو اس کے ربّ کی طرف سے یہ نصیحت پہنچ گئی اور وہ سود سے رک جائے تو پہلے جو سود کھا چکا اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے مگر جو پھر بھی سود کھائے تو یہی لوگ دوزخی ہیں، جس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا اور صدقات کی پرورش کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کسی ناشکرے، گناہ گار بندے کو پسند نہیں کرتا۔''

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰۤوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ۝ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ۚ وَ اِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَ لَا تُظْلَمُوْنَ۝ ﴾[2]

''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جو سود باقی رہ گیا ہے، اسے چھوڑ دو اگر تم مؤمن ہو۔ اور اگر تم نے سود نہ چھوڑا تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ لڑنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ ہاں اگر توبہ کر لو تو تمہارا اصل مال تمہارا ہی ہے، نہ ظلم کرو، نہ تم پر ظلم کیا جائے۔''

١ البقرۃ:٢٧٥،٢٧٦

٢ البقرۃ:٢٧٨،٢٧٩

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

دوسری جگہ فرمایا:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰٓوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۠ وَّ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝۱۳۰ ﴾[1]

''اے ایمان والو! سود کو دگنا چوگنا کر کے مت کھاؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو تا کہ تم آخرت میں نجات پا سکو۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوبِقَاتِ قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ الله! وَمَا هُنَّ؟ قَالَ: الشِّرْكُ بِاللهِ وَالسِّحْرُ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِىْ حَرَّمَ اللهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَكْلُ الرِّبٰوا وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيْمِ وَالتَّوَلِّىْ يَوْمَ الزَّحْفِ وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ»[2]

''سات مہلک گناہوں سے بچو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کون سے گناہ ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک کرنا، جادو کرنا، جس نفس کو اللہ نے حرام کیا ہے، اس کو ناحق قتل کرنا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، جنگ کے دن پیٹھ دکھا کر بھاگنا، پاک دامن اور بھولی بھالی عورتوں پر تہمت لگانا۔''

حضرت عبد اللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«دِرْهَمُ رِبًا يأْكُلُهُ الرَّجُلُ وَهُوَ يَعْلَمُ أَشَدُّ مِنْ سِتَّةٍ وَثَلَاثِيْنَ زِنْيَةً»[3]

''ربا کا ایک درہم جو انسان علم ہونے کے باوجود کھاتا ہے ۳۶ (چھتیس) زناؤں سے زیادہ سخت ہے۔''

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«الربا ثلاثة وسبعون بابًا أيسرها مثل أن ينكح الرجل أمّه»[4]

---

۱ آل عمران: ۱۳۰
۲ صحیح بخاری: ۲۷۶۶
۳ مسند احمد: ۲۰۹۵۱، ج۵ / ص ۲۲۵
۴ مستدرک حاکم: کتاب البیوع ۲ / ۳۷

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

"سود کے ستّر دروازے ہیں، سب سے کم تر یہ ہے کہ انسان اپنی ماں کے ساتھ نکاح کرے۔"

یہی وجہ ہے کہ نبی ﷺ نے اس میں ملوث تمام لوگوں کو لعنتی قرار دیا ہے جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

«لَعَنَ رَسُوْلُ اللهِ اٰكِلَ الرِّبٰوا وَمُؤْكِلَهُ وَكَاتِبَهُ وَشَاهِدَيْهِ وَقَالَ هُمْ سَوَاءٌ»[1]

"نبی کریم ﷺ نے سود کھانے، سود کھلانے، لکھنے والے اور اس کے گواہوں پر لعنت فرمائی ہے اور فرمایا: یہ سب گناہ میں برابر کے شریک ہیں۔"

دیگر مذاہب میں بھی سود حرام ہے!

چونکہ سود ہر دور میں بنی نوع انسان کے لیے ایک جاں گسل مسئلے کی حیثیت سے موجود رہا ہے، اسی لئے ہر دین و مذہب میں اسے حرام قرار دیا گیا ہے۔ قرآن نے یہودیوں کی بداعمالیوں کا ذکر کرتے ہوئے سود خوری کا تذکرہ بھی کیا ہے باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر سود پہلے سے حرام کر دیا تھا مگر یہ اس ذلیل دھندے میں لگے رہتے تھے:

﴿ فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَ بِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا ﴿۱۶۰﴾ وَّ اَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَ قَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَ اَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۶۱﴾ ﴾[2]

"یہودیوں کے ظلم کی وجہ سے ہم نے ان پر کچھ پاک چیزیں حرام کر دی تھیں جو ان کے لیے حلال تھیں اور ان کے اللہ کے راستے سے بہت زیادہ روکنے اور اُن کے سود لینے کی وجہ سے حالانکہ اُنہیں اس سے منع کیا گیا تھا اور ان کا لوگوں کا ناجائز طریقے کے ساتھ مال کھانے کی وجہ سے اور ہم نے ان میں سے کافروں کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔"

١ صحیح مسلم: ۴۰۹۳، ۴۰۹۲

٢ النساء: ۱۶۰، ۱۶۱

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

آج بھی تورات میں کئی جگہ سود کی ممانعت کے احکام موجود ہیں۔ چنانچہ تورات کی کتاب 'استثنا' میں ہے:

"تو اپنے بھائی کو سود پر قرض نہ دینا خواہ وہ روپے کا سود ہو یا اناج کا یا کسی ایسی چیز کا جو بیاج پر دی جایا کرتی ہو۔"[1]

کتابِ 'خروج' میں ہے:

"اگر تو میرے لوگوں میں سے کسی محتاج کو جو تیرے پاس رہتا ہو کچھ قرض دے تو اس سے قرض خواہ کی طرح سلوک نہ کرنا اور نہ اس سے سود لینا۔"[2]

کتاب 'احبار' میں ہے:

"اور اگر تیرا کوئی بھائی مفلس ہو جائے اور وہ تیرے سامنے تنگ دست ہو تو تو اسے سنبھالنا۔ وہ پردیسی اور مسافر کی طرح تیرے ساتھ رہے۔ تو اس سے سود یا نفع مت لینا بلکہ اپنے خدا کا خوف رکھنا تاکہ تیرا بھائی تیرے ساتھ زندگی بسر کر سکے۔ تو اپنا روپیہ اسے سود پر مت دینا اور اپنا کھانا بھی اسے نفع کے خیال سے نہ دینا۔"[3]

صحیفہ 'حزقیل' میں ہے:

"سود پر لین دین کرے تو کیا وہ زندہ رہے گا؟ اس نے یہ سب نفرتی کام کئے ہیں۔ وہ یقیناً مرے گا۔ اس کا خون اسی پر ہو گا۔"[4]

حرمتِ سود کا یہی حکم عیسائیوں کے لیے بھی ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

"یہ نہ سمجھو کہ میں تورات یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں۔ منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔"[5]

۱ استثنا ۲۳: ۱۹
۲ خروج، باب ۲۲: ۲۶
۳ احبار: باب ۲۵: ۳۵ تا ۳۷
۴ حزقیل ۱۸: ۵، ۱۳
۵ انجیل متی، ۵: ۱۷

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

یہود و نصاریٰ کی طرح ہندوؤں کے مذہب میں بھی سود حرام ہے جیسا کہ مغل شہزادے محمد داراشکوہ اور معروف ہندو پنڈت کے درمیان ہونے والے مکالمے سے واضح ہے۔ داراشکوہ نے پنڈت صاحب سے پوچھا: کیا مسلمان پر سود کا لینا حرام اور ہنود پر حلال ہے ؟ تو پنڈت صاحب نے جواب دیا: ہنود پر سود لینا حرام سے بھی زیادہ برا ہے۔ اس پر داراشکوہ نے سوال کیا کہ پھر سود لیتے کیوں ہیں ؟ تو پنڈت جی نے کہا کہ یہ رواج پا گیا ہے اور اس کا رواج پانا اس کے نقصان سے بے خبر ہونے کی وجہ سے ہے۔[1] مگر الم ناک صورتِ حال یہ ہے کہ اس وقت مسلمانوں سمیت سب ہی اس ملعون دھندے میں لگے ہوئے ہیں۔

سود کیا ہے ؟

سود کو عربی زبان میں رِبا کہتے ہیں جس کا لغوی معنیٰ ہے 'اضافہ' جب کہ شریعت کی اصطلاح میں سود اس متعین اور طے شدہ اضافی رقم کو کہا جاتا ہے جو مقروض قرض دینے والے کو اصل سرمائے کے ساتھ واپس کرتا ہے یا وہ اضافی رقم جو بیع کے نتیجے میں واجب ہونے والی رقم کی ادائیگی میں تاخیر کی بنا پر وصول کی جائے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ اِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝۲۷۹ ﴾[2]

"اور اگر تم توبہ کر لو تو تمہارے لیے تمہارا اصل مال ہی ہے۔"

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«كُلُّ قَرْضٍ جَرَّ مَنْفَعَةً فَهُوَ رِبًا»[3]

"ہر وہ قرض جو فائدے کا باعث بنے، وہ سود ہے۔"

یعنی قرض خواہ کا اپنے مقروض سے اصل سرمائے کے علاوہ کسی بھی نام سے زائد رقم وصول کرنا سود ہے چاہے وہ سود کے نام سے وصول کی جائے یا نفع اور مارک اپ کے نام سے۔ اس میں

۱ اسرارِ معرفت: ۲۱

۲ البقرۃ: ۲۷۹

۳ جامع الصغیر: ۹۷۲۸... سود کی جامع تر تعریف کیلئے محدث کے سود نمبر کا صفحہ ۸۳، ۴۶، ۴۲ ملاحظہ کریں۔ ح م

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

بنک انٹرسٹ، انعامی بانڈز، ڈیفنس سرٹیفکیٹس، سیونگ سرٹیفکیٹس، پاکستان انویسٹمنٹ بانڈز اور کمرشل انشورنس بھی شامل ہیں کیونکہ ان پر یہ تعریف صادق آتی ہے۔

رِبا البیوع

سود کی واضح ترین شکل تو وہی ہے جو اوپر بیان ہوئی ہے اور اسی کو سابقہ شریعتوں میں حرام قرار دیا گیا ہے لیکن اسلام کی نگاہ میں سود کی ایک اور قسم بھی ہے جو پہلی قسم کی طرح ہی حرام ہے۔ وہ ہے ایک جنس کی دو چیزوں کا اس طرح تبادلہ کرنا کہ دونوں یا ایک طرف سے اُدھار ہو جیسے روپے کا ڈالر کے ساتھ اُدھار تبادلہ یا ایک قسم کی دو چیزوں کا کمی بیشی کے ساتھ تبادلہ کرنا جیسے گندم کا گندم کے ساتھ کمی بیشی کے ساتھ تبادلہ۔ اس کو 'ربا البیوع' یا 'ربا الفضل' کہتے ہیں یعنی سود کی وہ قسم جس کا تعلق خرید وفروخت یا تبادلے کے سودوں سے ہے۔

ربا البیوع کے متعلق احادیث

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا:

«يَنْهَى عَنْ بَيْعِ الذَّهَبِ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ بِالْفِضَّةِ وَالْبُرِّ بِالْبُرِّ وَالشَّعِيْرِ بِالشَّعِيْرِ وَالتَّمْرِ بِالتَّمْرِ وَالْمِلْحِ بِالْمِلْحِ إِلَّا سَوَاءً بِسَوَاءٍ عَيْنًا بِعَيْنٍ فَمَنْ زَادَ أَوْ ازْدَادَ فَقَدْ أَرْبَى فَرَدَّ النَّاسُ مَا أَخَذُوْا»[1]

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم سونے کی سونے کے ساتھ، چاندی کی چاندی کے ساتھ گندم کی گندم کے ساتھ جو کی جو کے ساتھ کھجور کی کھجور کے ساتھ اور نمک کی نمک کے ساتھ بیع سے منع فرماتے تھے الا یہ کہ برابر برابر اور نقد ہوں جو زیادہ لے یا زیادہ دے وہ ربا کا مرتکب ہوا تو لوگوں نے جو لیا تھا وہ لوٹا دیا۔"

ظاہر ہے ایک جیسی دو چیزوں کے تبادلے کی ضرورت اس وقت پیش آتی ہے جب ان کی جنس ایک ہونے کے باوجود کوالٹی میں فرق ہو۔ اس صورت میں اسلام نے ہمارے سامنے دو ہی

۱ صحیح مسلم: کتاب المساقات: ۴۰۶۱

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

راستے رکھے ہیں:

① جو کم تر چیز کے بدلے اعلیٰ یا اعلیٰ کے بدلے کم تر لینا چاہتا ہے وہ پہلے اس چیز کو بازار میں فروخت کرے، اس کے بعد اپنی مطلوبہ چیز خریدے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے:

أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ اسْتَعْمَلَ رَجُلًا عَلَى خَيْبَرَ فَجَاءَهُ بِتَمْرٍ جَنِيْبٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: «أَكُلُّ تَمْرِ خَيْبَرَ هٰكَذَا» قَالَ: لَا وَاللهِ يَا رَسُوْلَ اللهِ! إِنَّا لَنَأْخُذُ الصَّاعَ مِنْ هَذَا بِالصَّاعَيْنِ وَالصَّاعَيْنِ بِالثَّلَاثَةِ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ «لَا تَفْعَلْ، بِعْ الْجَمْعَ بِالدَّرَاهِمِ ثُمَّ ابْتَعْ بِالدَّرَاهِمِ جَنِيْبًا»[1]

"نبی ﷺ نے ایک آدمی کو خیبر میں عامل مقرر کیا۔ وہ آپ ﷺ کے پاس بہترین کھجوریں لے کر آیا تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: کیا خیبر کی تمام کھجوریں اس قسم کی ہیں؟ اس نے جواب دیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! واللہ ایسی نہیں ہیں، ہم دو صاع کے بدلے اس کا ایک صاع اور تین صاع کے بدلے اس کے دو صاع وصول کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ایسا نہ کرو، ان ہلکی کھجوروں کو نقد درہموں سے بیچو پھر ان درہموں سے اعلیٰ کھجوریں خریدو۔" ... اور یہی ہدایت وزن کی جانے والی اشیا کے متعلق فرمائی۔

② اگر یہ ممکن نہ ہو تو پھر دوسری صورت یہ ہے کہ دونوں اشیا کے مابین خاصیت کے فرق (Quality) کو نظر انداز کر دیا جائے۔

ربا البیوع کیوں حرام ہے؟

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کوالٹی میں فرق کی بنیاد پر کمی بیشی کے ساتھ تبادلے میں بظاہر کوئی خرابی نظر نہیں آتی کیونکہ اعلیٰ درجے اور کم تر درجے کی چیز برابر نہیں پھر شریعت نے اسے کیوں حرام قرار دیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے انسان میں سود خوری کی

1 صحیح بخاری: ۲۲۰۲، ۲۲۰۱

magazine.mohaddis.com

ذہنیت پرورش پانے کا اندیشہ تھا۔ دین اسلام کا یہ طرہ امتیاز ہے کہ جب وہ کسی چیز کو حرام قرار دیتا ہے تو اس برائی تک پہنچنے کے تمام راستے اور ذرائع بھی بند کر دیتا ہے، چنانچہ نبی ﷺ نے اس کی یہ حکمت خود ہی بیان فرمادی ہے۔

«لاَ تَبِيْعُوا الدِّيْنَارَ بِالدِّيْنَارَيْنِ وَلاَ الدِّرْهَمَ بِالدِّرْهَمَيْنِ وَلاَ الصَّاعَ بِالصَّاعَيْنِ فَإِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ الرَّمَاءَ وَالرَّمَاءُ هُوَ الرِّبَا»[1]

"ایک دینار کو دو دینار اور ایک درہم کو دو درہم اور ایک صاع کو دو صاع کے عوض نہ بیچو کیونکہ مجھے خوف ہے کہ کہیں تم سود خوری میں مبتلا نہ ہو جاؤ۔"

یہ حقیقت ہے کہ ایک قسم کی دو چیزوں کے درمیان تبادلہ ادنیٰ اور اعلیٰ یعنی کوالٹی کی بنیاد پر ہی ہوتا ہے کہ ایک طرف عمدہ گندم ہوتی ہے اور دوسری طرف کم تر۔ چونکہ کمی بیشی کے ساتھ تبادلہ سود کا سبب بن سکتا ہے، اس لئے شریعتِ اسلامیہ نے یہ اُصول طے کر دیا ہے کہ یا تو کوالٹی کا فرق نظر انداز کر کے لین دین کیا جائے یا پھر اپنی چیز بیچ کر مطلوبہ چیز خریدی جائے جیسا کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں :

جَاءَ بِلاَلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ بِتَمْرٍ بَرْنِيٍّ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: «مِنْ أَيْنَ هَذَا؟» قَالَ بِلاَلٌ: كَانَ عِنْدَنَا تَمْرٌ رَدِيٌّ ، فَبِعْتُ مِنْهُ صَاعَيْنِ بِصَاعٍ، لِنُطْعِمَ النَّبِيَّ ﷺ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ عِنْدَ ذَلِكَ «أَوَّهْ أَوَّهْ عَيْنُ الرِّبَا عَيْنُ الرِّبَا، لاَ تَفْعَلْ وَلَكِنْ إِذَا أَرَدْتَ أَنْ تَشْتَرِيَ فَبِعِ التَّمْرَ بِبَيْعٍ آخَرَ ثُمَّ اشْتَرِهِ»[2]

"ایک دفعہ حضرت بلالؓ نبی ﷺ کے پاس عمدہ قسم کی کھجوریں لائے۔ آپ نے پوچھا: یہ کہاں سے لائے ہو؟ انہوں نے عرض کیا: ہمارے پاس گھٹیا قسم کی کھجور تھی، میں نے وہ دو صاع دے کر ایک صاع خرید لی تاکہ ہم نبی ﷺ کو عمدہ کھجوریں کھلائیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ہائے یہ تو قطعی سود ہے یہ قطعی سود ہے، ایسا ہرگز نہ

۱ مسند احمد: ۶۰۹۵
۲ صحیح بخاری: ۲۳۱۲؛ صحیح مسلم: ۴۰۸۳

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

کرو۔ جب تم عمدہ کھجوریں خریدنا چاہو تو اپنی کھجوریں کسی دوسری چیز کے عوض بیچ دو پھر اس سے عمدہ کھجوریں خریدو۔"

اسی طرح اگر کسی چیز میں سونا اور دوسری اشیا ملی جلی ہوں تو جب تک سونے کو علیحدہ نہ کر لیا جائے اس کو اسی حالت میں متعین سونے کے عوض بیچنا جائز نہیں ہے۔ چنانچہ سیدنا فضالہ بن عبید انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أُتِيَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَهُوَ بِخَيْبَرَ بِقِلَادَةٍ فِيهَا خَرَزٌ وَذَهَبٌ وَهِيَ مِنَ الْمَغَانِمِ تُبَاعُ فَأَمَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِالذَّهَبِ الَّذِي فِي الْقِلَادَةِ فَنُزِعَ وَحْدَهُ ثُمَّ قَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ ﷺ «الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ وَزْنًا بِوَزْنٍ»[1]

"خیبر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک ہار لایا گیا جس میں کڑیاں اور سونا تھا۔ وہ مالِ غنیمت میں سے تھا اور فروخت کیا جا رہا تھا۔ آپ ﷺ نے ہار میں موجود سونے کے بارے میں فرمایا تو اسے (اکیلے سونے کو) الگ کر دیا گیا۔ پھر آپ نے ان سے کہا: سونا سونے کے ساتھ وزن کر کے فروخت کیا جائے۔"

دوسری روایت میں فضالہ بن عبید فرماتے ہیں:

"میں نے خیبر کے روز بارہ دینار کے عوض ایک ہار خریدا جس میں سونا اور کڑیاں تھیں۔ میں نے اس کو الگ الگ کیا تو اس میں بارہ دینار سے زائد سونا پایا۔ میں نے اس بات کا تذکرہ آنحضور ﷺ سے کیا تو آپ نے فرمایا: جب تک جدا جدا نہ کر لیا جائے اسے بیچا نہ جائے۔"[2]

حتیٰ کہ اگر ہم سونے یا چاندی کی بنی ہوئی کوئی چیز خریدیں تو اس صورت میں بھی یہی حکم ہے کہ اس کی قیمت میں اس کے وزن سے زائد سونا یا چاندی دینا جائز نہیں کیونکہ اس کی آڑ میں سودی مرض کو در آنے کا موقع مل سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت مجاہد کہتے ہیں:

"میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا کہ ان کے پاس ایک سنار آیا۔ اس نے

۱ صحیح مسلم:۴۰۷۵

۲ ایضاً

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

کہا: اے ابو عبد الرحمٰن (عبد اللہ بن عمرؓ کی کنیت) میں سونے کو ڈھالتا ہوں، پھر زیادہ وزن پر فروخت کر دیتا ہوں اور اپنے ہاتھ کی محنت کے بقدر بچا لیتا ہوں۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے ان کو منع کر دیا، تاہم وہ سنار بار بار مسئلہ پیش کرنے لگا اور عبد اللہ بن عمرؓ اسے منع کر رہے تھے۔ یہاں تک مسجد کے دروازے تک یا جس سواری پر سوار ہونا چاہتے تھے اس تک پہنچ گئے۔ پھر حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے کہا: دینار دینار اور درہم درہم کے بدلے اُن میں تفاضل (کمی بیشی) جائز نہیں ہے۔ یہ ہمارے نبی کا ہم سے عہد ہے اور ہمارا تمہارے ساتھ عہد ہے۔"[1]

اس طرح کا ایک واقعہ حضرت عطا بن یسار سے بھی مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں :

أَنَّ مُعَاوِيَةَ بَاعَ سِقَايَةً مِنْ ذَهَبٍ أَوْ وَرِقٍ بِأَكْثَرَ مِنْ وَزْنِهَا فَقَالَ أَبُو الدَّرْدَاء سَمِعْتُ رَسُولَ الله ﷺ يَنْهَى عَنْ مِثْلِ هَذَا إِلَّا مِثْلاً بِمِثْلٍ[2]

"ایک مرتبہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے سونے یا چاندی کی بنی ہوئی ایک مشک اس کے وزن سے زائد سونا یا چاندی وصول کر کے فروخت کی تو حضرت ابو دردا رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ اس طرح کے سودے سے منع کرتے تھے، سوائے اس کے کہ برابر برابر ہو۔"

کمی بیشی کے ساتھ تبادلے کی جائز و ناجائز صورتیں

صحیح مسلم میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«فَإِذَا اخْتَلَفَتْ هَذِهِ الأَصْنَافُ فَبِيعُوا كَيْفَ شِئْتُمْ إِذَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ»[3]

"جب یہ اشیا مختلف ہوں تو جس طرح چاہو فروخت کرو بشرطیکہ تبادلہ نقد و نقد ہو۔"

اہل علم نے آسانی کے لیے ان اشیا کو دو گروپوں میں تقسیم کیا ہے:

۱۔ سونا، چاندی　　　　۲۔ گندم، جو، کھجور اور نمک

---

۱ موطأ امام مالک، باب بیع الذہب بالفضۃ تبرا وعینا
۲ سنن نسائی، باب بیع الذہب بالذہب: ۴۵۷۶
۳ صحیح مسلم، باب بیع الصرف وبیع الذہب ۴۰۶۳

magazine.mohaddis.com

اور ان کے باہمی تبادلے کی جائز وناجائز صورتیں یوں بیان کی ہیں:

① ایک گروپ کی دو ایک جیسی چیزوں جیسے سونے کا سونے یا چاندی کا چاندی یا گندم کا گندم کے ساتھ تبادلہ، اس میں کمی بیشی اور اُدھار دونوں منع ہے۔ اُدھار ناجائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ دو ایک جیسی چیزوں میں حقیقی برابری تب ممکن ہے جب دونوں کی ادائیگی کا وقت بھی ایک ہو۔

② ایک گروپ کی دو مختلف چیزوں کا تبادلہ جیسے سونے کا چاندی یا گندم کا چاول کے ساتھ تبادلہ۔ اس میں کمی بیشی جائز ہے مگر ادھار جائز نہیں کیونکہ ادھار کمی بیشی سودی مزاج پر دلالت کرتی ہے۔ وہ اس طرح جو شخص آج دس من گندم دے کر یہ طے کرتا ہے کہ وہ ایک مہینہ بعد پانچ من چاول لے گا تو اس کے پاس یہ معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ ایک ماہ بعد پانچ من چاول دس من گندم کے برابر ہوں گے۔ اس نے دونوں کے درمیان تبادلے کی جو نسبت پیشگی طے کرلی ہے، یہ سودی ذہنیت کا ہی نتیجہ ہے جبکہ اس کے برعکس نقد تبادلہ ہمیشہ بازاری نرخ پر ہی ہوتا ہے۔ اس لیے شریعت نے نقد تبادلے کو تو جائز قرار دیا ہے لیکن اُدھار کی اجازت نہیں دی۔

③ ایک گروپ کی کسی چیز کا دوسرے گروپ کی کسی چیز سے تبادلہ جیسے سونے کا گندم یا چاندی کا جو کے ساتھ لین دین، اس میں کمی بیشی بھی جائز ہے اور اُدھار بھی۔

یہی حکم ان اشیا کے باہمی تبادلے کا ہے جو حرمت کی علت میں ان چھ اشیا کے ساتھ شریک ہیں۔ اب ان اشیا کی حرمت کی علت کیا ہے؟ اس میں فقہاے کرام کا اختلاف ہے۔ صحیح موقف یہ ہے کہ سونے اور چاندی میں حُرمت کی وجہ ان کا ثمن (زر) ہونا ہے، لہٰذا موجودہ دور کی کرنسیوں کو اِن پر قیاس کیا جائے گا اور ایک ملک کی کرنسی کا اُسی ملک کی کرنسی سے کمی بیشی کے ساتھ اور اُدھار تبادلہ حرام ہوگا جبکہ باقی چار اجناس میں حرمت کی وجہ قابل غذا و قابل ذخیرہ ہونا ہے، اس لیے وہ تمام غذائی اشیا جنہیں ذخیرہ کیا جاسکتا ہے، ان کا کمی بیشی کے ساتھ تبادلہ ممنوع ہے۔

magazine.mohaddis.com

سود کے بارے میں بعض غلط فہمیاں

قرآن حکیم میں چونکہ انتہائی سخت الفاظ اور بڑی شدّ ومد کے ساتھ سود کی مذمت کی گئی ہے اس لئے مسلمانوں کے تمام مکاتبِ فکر اس کی حرمت پر متفق ہیں تاہم بعض مسلمانوں میں اس حوالے سے کچھ غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں جن کو دور کرنا ضروری ہے۔

پہلی غلط فہمی: کاروباری سود یا کمرشل انٹرسٹ

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ قرآن نے صرف اس سود کو حرام قرار دیا ہے جو غریب اور پریشان حال لوگوں سے لیا جائے لیکن اگر کاروباری قرض پر سود لیا جائے تو اس کو قرآن حرام قرار نہیں دیتا کیونکہ نزولِ قرآن کے وقت کاروباری قرضوں کا رواج ہی نہیں تھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن میں ذاتی اور کاروباری قرضوں کی کوئی تفریق موجود نہیں ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ تم صرف اپنا اصل سرمایہ اور رأس المال لینے کے مجاز ہو۔[1] اس حکم کا اطلاق کاروباری قرضوں پر بھی ہوتا ہے کیونکہ اصل سرمایہ اور رأس المال کے الفاظ کاروباری سیاق وسباق میں ہی بولے جاتے ہیں۔

اگر اُمرا سے سود لینا جائز ہوتا تو پھر 'ربا البیوع' حرام نہ ہوتا کیونکہ اس میں کسی غریب سے سود نہیں لیا جاتا بلکہ یہ دو فریقوں کے درمیان برابری کی بنیاد پر تبادلہ ہوتا ہے مگر اس کے باوجود اسلام نے اسے حرام قرار دیا ہے۔

اور پھر یہ کہنا بھی صحیح نہیں کہ نزولِ قرآن کے وقت کاروباری قرضوں کا رواج نہیں تھا۔ کاروباری قرضوں کا رواج تو زمانہ قدیم سے چلا آرہا ہے، چنانچہ صحیح بخاری میں ہے:

"نبی ﷺ نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا واقعہ بیان فرمایا کہ اس نے ایک شخص سے اللہ کو ضامن بناکر ایک ہزار دینار قرض لیا اور سمندری سفر پر روانہ ہو گیا۔"[2]

۱ سورۃ البقرۃ:۲۷۸

۲ صحیح بخاری: ۲۲۹۱

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

دوسری روایت میں ہے کہ اس شخص نے اس قرض سے کاروبار کیا تھا۔[1]

علاوہ ازیں قرض کی مقدار سے بھی یہ واضح ہے کہ یہ قرضہ ذاتی ضرورت کے لیے نہیں بلکہ کاروبار کے لیے لیا گیا تھا۔ موطا امام مالک میں ہے:

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے عبد اللہ اور عبید اللہ ایک لشکر کے ساتھ عراق گئے۔ جب وہ واپس آرہے تھے تو ان کی ملاقات بصرہ کے گورنر ابو موسیٰ اشعری سے ہوئی، تو اُنہوں نے کہا: میری یہ خواہش ہے کہ تمہیں کوئی فائدہ پہنچا سکوں۔ میرے پاس بیت المال کا کچھ مال ہے جو میں مدینہ منورہ امیر المؤمنین کی خدمت میں بھیجنا چاہتا ہوں، میں وہ مال تمہیں بطورِ قرض دے دیتا ہوں، تم یہاں سے کچھ سامان خرید لو اور مدینہ منورہ میں وہ سامان بیچ کر اصل سرمایہ بیت المال میں جمع کرا دینا اور نفع خود رکھ لینا۔ چنانچہ اُنہوں نے ایسا ہی کیا لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس پر راضی نہ ہوئے کیونکہ یہ ان کے صاحبزادوں کے ساتھ امتیازی سلوک تھا۔ اس لیے اُنہوں نے اسے 'مضاربہ' قرار دے کر اصل سرمائے کے علاوہ ان سے آدھا نفع بھی وصول کیا۔''[2]

یہ قرض بھی کاروبار کے لیے ہی دیا گیا تھا اس لیے یہ کہنا کہ نزولِ قرآن کے وقت کاروباری قرضوں کا رواج نہیں تھا درست نہیں ہے۔

دوسری غلط فہمی: سودِ مرکّب یا سود دَر سود

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام نے صرف مرکّب سود (Compound Interest) کو حرام قرار دیا ہے۔ مفرد سود (Simple Interest) کو حرام قرار نہیں دیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن نے سود کی مد میں واجب الوصول ہر قسم کی رقم سے دستبردار ہونے کا حکم دیا ہے جس میں مفرد سود بھی شامل ہے۔ بعض اوقات قرآن کسی جرم کی قباحت بیان کرنے کے لئے ایسی باتیں بھی ذکر کر دیتا ہے جو اس جرم کا لازمی عنصر نہیں ہوتا، مثلاً

۱ فتح الباری: ۵۹۴/۴
۲ موطا امام مالک: کتاب القراض، باب ما جاء فی القراض: ۶۸۷

قرآن کہتا ہے: ﴿ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ﴾[1]
"فقر و فاقہ کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو۔"
اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ فقر و فاقہ کے خوف کے بغیر اُنہیں قتل کیا جاسکتا ہے۔

تیسری غلط فہمی: سود کی مکمل وضاحت نہیں ہوئی!

بعض لوگ سود کے حق میں یہ دلیل بھی دیتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ سود کی آیت قرآنِ مجید کی آخری آیات میں سے ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی وضاحت کئے بغیر ہی دنیا سے رخصت ہوگئے لہٰذا سود کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں یہاں تک کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی معلوم نہ تھا کہ سود کیا ہے۔

لیکن ان کا یہ استدلال واضح طور پر باطل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سود لینے والوں کے خلاف اعلانِ جنگ کیا ہے۔ کیا یہ تصور کیا جاسکتا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ایسے عمل پر اعلانِ جنگ کردیا ہو جس کی حقیقت ہی کسی کو معلوم نہ ہو جب کہ اللہ عزوجل کا اُصول ہے:

﴿ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ﴾[2]
"اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔"

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فرمان کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ سود کی حرمت آپ کی زندگی کے بالکل آخری ایام میں نازل ہوئی تھی کیونکہ اس کی حرمت تو غزوۂ اُحد کے فوراً بعد نازل ہوچکی تھی۔ چنانچہ سورۂ آل عمران میں فرمایا:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۠ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾[3]

"اے ایمان والو! سود کو دگنا چوگنا کرکے مت کھاؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم

---

۱ بنی اسرائیل: ۳۱
۲ البقرۃ: ۲۸۶
۳ آل عمران: ۱۳۰

magazine.mohaddis.com

نجات پاسکو۔"

اور یہ بات طے ہے کہ یہ آیت غزوہ اُحد کے فوراً بعد نازل ہوئی تھی۔ بعض روایات سے تو یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ سود غزوہ اُحد سے پہلے ہی ممنوع قرار دیا جاچکا تھا جیسا کہ حضرت برّاء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ وَنَحْنُ نَتَبَايَعُ هٰذَا الْبَيْعَ فَقَالَ مَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ فَلَيْسَ بِهِ بَأْسٌ وَمَا كَانَ نَسِيئَةً فَلاَ يَصْلُحُ[1]

"نبی ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے اور ہم یہ بیع کرتے تھے (ایک مخصوص بیع کی طرف اشارہ ہے) تو آپ ﷺ نے فرمایا: جو نقد بہ نقد ہو، اس میں کوئی حرج نہیں اور جو اُدھار ہو، وہ درست نہیں ہے۔"

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ عَمْرَو بْنَ أُقَيْشٍ كَانَ لَهُ رِبًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَكَرِهَ أَنْ يُسْلِمَ حَتَّى يَأْخُذَهُ فَجَاءَ يَوْمَ أُحُدٍ. فَقَالَ: أَيْنَ بَنُو عَمِّي؟ قَالُوا بِأُحُدٍ. قَالَ: أَيْنَ فُلاَنٌ؟ قَالُوا: بِأُحُدٍ. قَالَ: أَيْنَ فُلاَنٌ؟ قَالُوا: بِأُحُدٍ فَلَبِسَ لأْمَتَهُ وَرَكِبَ فَرَسَهُ ثُمَّ تَوَجَّهَ قِبَلَهُمْ فَلَمَّا رَآهُ الْمُسْلِمُونَ قَالُوا إِلَيْكَ عَنَّا يَا عَمْرُو! قَالَ: إِنِّي قَدْ آمَنْتُ[2]

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عمرو بن اقیش رضی اللہ عنہ کا زمانۂ جاہلیت میں کسی کے ذمے سود تھا، اُنہوں نے اس کے وصول کرنے تک اسلام قبول کرنے کو نامناسب سمجھا، وہ جنگِ اُحد کے دن آئے اور پوچھا: میرے چچازاد کہاں ہیں؟ جواب ملا: جنگِ اُحد میں، پوچھا: فلاں کہاں ہے؟ جواب دیا گیا: اُحد میں، اُنہوں نے پوچھا: فلاں کہاں ہے؟ کہاں گیا: اُحد میں۔ اُنہوں نے اسلحہ پہنا اور گھوڑے پر سوار ہو کر اُحد کی طرف روانہ ہوگئے۔ جب مسلمانوں نے اُنہیں دیکھا تو کہنے لگے: اے عمرو! دور ہو جاؤ، اس پر اُنہوں نے کہا: میں اسلام لاچکا ہوں۔"

---

۱ صحیح بخاری: ۳۹۴۰-۳۹۳۹

۲ سنن ابو داود: ۲۵۳۷

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

مزید یہ کہ حضرت عمرؓ کے اس فرمان سے سود کا جواز ثابت کرنا ان کے مقصد کے صریح خلاف ہے کیونکہ ان کا مقصد تو یہ ہے کہ صرف صریح سود سے ہی نہ بچو بلکہ ہر اس معاملے سے بھی بچو جس میں سود کا شائبہ بھی پایا جائے۔

صحیح بخاری و مسلم، سنن ابوداؤد، نسائی، ترمذی اور موطا امام مالک میں حضرت عمرؓ سے حرمتِ سود کے بارے میں جو روایات مروی ہیں، ان سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان کو سود کی حرمت اور اس کی حقیقت کے متعلق کوئی اشکال نہ تھا۔ ان کو اصل اشکال یہ تھا کہ آیا اس کا دائرہ صرف انہی چیزوں تک محدود ہے جن کا حدیث میں ذکر ہے یا ان کے علاوہ دوسری چیزیں بھی اس میں شامل ہیں؟

چوتھی غلط فہمی: اِفراطِ زر کا مسئلہ

بعض لوگوں کے نزدیک سود درحقیقت افراطِ زر (Inflation) کی وجہ سے روپے کی قوتِ خرید میں آنے والی کمی کی تلافی کا ذریعہ ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ معاشی ماہرین کے نزدیک افراطِ زر بہت سے عوامل کے مجموعی عمل کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اس کی ذمہ داری کسی ایک شخص پر عائد نہیں کی جاسکتی۔ لہٰذا کرنسی کی قوتِ خرید میں کمی کا ذمہ دار مقروض کو ٹھہرانا درست نہیں ہے۔

مزید برآں حدیثِ مبارکہ میں قرض دینے کو صدقہ اور نیکی قرار دیا گیا ہے۔ اگر روپے کی قوتِ خرید کم ہونے کی صورت میں قرض دہندہ کو نقصان ہوتا ہے تو اس کو آخرت میں اس کا اجر وثواب بھی ملے گا۔

> مذکورہ بالا شبہات کے مزید تفصیلی جوابات کے لئے مدیر اعلیٰ 'محدث' مولانا حافظ عبدالرحمن مدنی حفظہ اللہ کا تفصیلی مضمون ملاحظہ کریں جو محدث کے سود نمبر مجریہ اکتوبر ۱۹۹۹ء میں شائع شدہ ہے۔ یہ مضمون دراصل شریعت اپلیٹ بنچ میں جون ۱۹۹۹ء میں دورانِ مقدمہ چار روز تک ہونے والے اُن کے تفصیلی بیان پر مشتمل ہے۔
> 'سود نمبر' محدث کی ویب سائٹ پر دستیاب ہے: www.mohaddis.com

مولانا کفایت اللہ سنابلی، ممبئی

عید الاضحیٰ پر قربانی کے ایام چار ہیں!

عید الاضحیٰ کے دنوں میں قربانی کرنا اسلام اور مسلمانوں کا شعار ہے اور ان دنوں کا سب سے بہترین عمل قربانی کرنا ہی ہے۔ ۱۰ ذوالحجہ، ۱۱ اور ۱۲ تاریخوں کو عام طور پر قربانی کا اہتمام کیا جاتا ہے، لیکن قرآن وسنت میں قربانی کے ایام 'ایام تشریق' کو قرار دیا گیا ہے۔ اور ایام تشریق چوتھے روز ۱۳ ذوالحجہ کے غروبِ آفتاب تک برقرار رہتے ہیں۔ گویا عید کے دن کو شامل کرکے چار دن قربانی کرنا اسلامی شریعت میں مشروع ہے۔ ہمارے معاشرے میں اس پر نہ صرف عمل نہیں کیا جاتا بلکہ ایسا کرنے والے کو حیرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا اور بعض اوقات طنز و تمسخر کا نشانہ بھی بنایا جاتا ہے۔ ذیل کے مضمون میں قرآنِ کریم، احادیثِ مبارکہ، اقوالِ صحابہ و تابعین، لغتِ عربی اور قیاسِ صحیح کے علاوہ اس ضمن میں ائمہ فقہا اور محدثین و محققین رحمہم اللہ کے اقوال پیش کئے گئے ہیں کہ ان چاروں دنوں میں قربانی کرنا ہی مشروع ہے اور قربانی کو تین ایام میں منحصر و مقید کرنا درست موقف نہیں۔ ح م

قرآنِ کریم سے استدلال

سورۃ البقرۃ میں ذ تعالیٰ عرفات و مزدلفہ سے حجاجِ کرام کی واپسی کے بعد قیامِ منیٰ کے دوران، اُنہیں خصوصیت سے اپنے ذکر کا حکم دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿وَ اذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْۤ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَاۤ اِثْمَ عَلَيْهِ ۚ وَ مَنْ تَاَخَّرَ فَلَاۤ اِثْمَ عَلَيْهِ ۙ لِمَنِ اتَّقٰى ؕ﴾[1]

''یعنی تم گنتی کے چند دنوں میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرو، پس جو کوئی دو دن گذار کر (منیٰ سے) جلدی روانہ ہونا چاہیے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ اور جو دیر میں نکلنا چاہے (یعنی تین

1 سورۃ البقرۃ:۲۰۳

magazine.mohaddis.com

دن گذار کر) تو اس پر بھی جو پرہیز گاری کرے، کوئی گناہ نہیں ہے۔"

اس آیتِ کریمہ میں باتفاقِ مفسرین 'ایام معدودات' سے ایامِ تشریق یعنی ذوالحجہ کی ۱۱، ۱۲، ۱۳ تاریخ مراد ہے۔ چنانچہ علامہ قرطبی اپنی تفسیر میں اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو گنتی کے چند دنوں میں اپنے ذکر کا حکم دیا ہے اور یہ (گنتی کے دن) یوم النحر (قربانی کا دن یعنی دس ذوالحجہ) کے بعد تین روز ہیں جن میں یوم النحر داخل نہیں ہے کیونکہ اس بات پر لوگوں کا اجماع ہے کہ قربانی کے دوسرے دن (یعنی گیارہ کو) کوئی حاجی منیٰ سے کوچ نہیں کر سکتا۔ اور اگر یوم النحر 'ایام معدودات' میں داخل ہوتا تو پھر (بموجبِ حکم قرآنی) عجلت باز کے لیے گیارہ کو منیٰ سے کوچ کرنا درست ہوتا، کیونکہ وہ گنتی کے (تین دنوں میں سے) دو روز گذار چکا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے دو روز گذار چکنے کے بعد منیٰ سے کوچ کرنے کی اجازت دی ہے۔"[۱]

اور امام طبری اس سلسلے میں یوں رقم طراز ہیں:

"ایامِ معدودات، جمرات کو کنکری مارنے کے ایام ہیں جیسا کہ مفسرین کے اقوال سے واضح ہے چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے منقول ہے کہ

"یہ گنتی کے ایام 'ایام تشریق' ہیں جو قربانی کے دن کے بعد تین روز ہیں۔ امام مالک، ضحاک و دیگر اہل علم سے بھی یہی منقول ہے۔""[۲]

اور ابن العربی فرماتے ہیں کہ

"ایام معدودات سے مراد ایام منیٰ ہیں جو یوم النحر کے علاوہ تین دن ہیں کیونکہ یہ اقل جمع ہے، نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے اسے بیان کر کے ہر طرح کے اشکال کو ختم کر دیا۔"[۳]

یہی نہیں بلکہ امام رازی اور علامہ شوکانی رحمہم اللہ نے اور دیگر اہل علم نے 'ایام معدودات' کے ایام تشریق ہونے پر اُمت کا اجماع نقل کیا ہے۔[۴]

مفسرین کے اقوالِ بالا سے یہ بات بالکل واضح ہو گئی کہ آیتِ کریمہ میں وارد ایام معدودات

۱ تفسیر قرطبی: ۳/۱
۲ تفسیر طبری: ۲/۱۷۶
۳ احکام القرآن: ۱/۱۴۱
۴ تفسیر کبیر: ۵/۲۰۸؛ فتح القدیر: ۱/۲۰۵

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

سے مراد باجماعِ امت ایامِ تشریق ہیں یعنی ذوالحجہ کی ۱۱، ۱۲، ۱۳ تواریخ تو اب یہ پتہ کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان گنتی کے دنوں میں اپنے ذکر کا جو حکم دیا ہے، اس سے اس کی کیا مراد ہے؟ سو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ اس آیت میں اگرچہ 'ذکر' کا لفظ مطلق وارد ہوا ہے لیکن اسی سلسلے کی دوسری آیت جو سورۂ حج میں وارد ہوئی ہے، اس سے ذکر کی وضاحت ہو جاتی ہے کہ اس سے مراد ایامِ تشریق میں قربانیوں کو ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لینا ہے چنانچہ اس سلسلے میں علامہ ابن کثیر اپنی تفسیر میں رقم طراز ہیں کہ

"ایام معدودات میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ قربانی کے جانوروں کو ذبح کرتے وقت اُن پر اللہ کا نام لیا جائے۔ اور یہ بات پہلے گذر چکی ہے کہ اس سلسلے میں راجح امام شافعی کا مسلک ہے کہ قربانی کا وقت یوم النحر سے لے کر ایامِ تشریق کے آخری دن تک (یعنی ۱۳ تک) ہے۔"[1]

نیز امام رازی نے اپنی تفسیر میں اس آیت کے ضمن میں واحدی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ

"ایام تشریق یوم النحر کے بعد تین دن ہیں۔ یوم النحر کے ساتھ یہ تینوں دن بھی قربانی کے ایام ہیں۔"[2]

دوسری آیت

اسی سلسلے میں ایک دوسری آیت سورۂ حج میں آتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو حج کی منادی کا حکم دیتے ہوئے، نیز حج کے فوائد کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿وَ اَذِّنۡ فِی النَّاسِ بِالۡحَجِّ یَاۡتُوۡکَ رِجَالًا وَّ عَلٰی کُلِّ ضَامِرٍ یَّاۡتِیۡنَ مِنۡ کُلِّ فَجٍّ عَمِیۡقٍ ﴿۲۷﴾ لِّیَشۡہَدُوۡا مَنَافِعَ لَہُمۡ وَ یَذۡکُرُوا اسۡمَ اللّٰہِ فِیۡۤ اَیَّامٍ مَّعۡلُوۡمٰتٍ عَلٰی مَا رَزَقَہُمۡ مِّنۡۢ بَہِیۡمَۃِ الۡاَنۡعَامِ ۚ فَکُلُوۡا مِنۡہَا وَ اَطۡعِمُوا الۡبَآئِسَ الۡفَقِیۡرَ ﴿۲۸﴾﴾[3]

"یعنی اے ابراہیم! تو لوگوں میں حج کی منادی کر دے، وہ پیادہ اور دبلی پتلی اونٹنیوں پر سوار ہو کر دور دراز راستوں سے تیرے پاس آئیں گے، تاکہ اپنے نفع کے کاموں کو

١ مختصر تفسیر ابن کثیر: ١/ ١٨٣
٢ تفسیر کبیر: ٥/ ٢٠٨
٣ الحج: ٢٧، ٢٨

دیکھیں اور جو چوپائے اللہ نے اُن کو دیے ہیں خاص دنوں میں ان پر اللہ کا نام ذکر کریں۔ پھر تم اس میں سے خود کھاؤ اور محتاج فقیروں کو بھی کھلاؤ۔"

اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے 'ایام معلومات' میں جانوروں پر اللہ کا نام لینے کا حکم دیا ہے۔ ان ایام معلومات سے جمہور مفسرین کے نزدیک ایام تشریق مراد ہیں۔ چنانچہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ و دیگر مفسرین و شارحین نے 'ایام معلومات' کے سلسلے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اس سے مراد یوم النحر اور اس کے بعد کے تین دن ہیں۔

امام رازی سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے اسی قول کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ

"ابو مسلم نے بھی اسے اختیار کیا ہے اور یہی ابو یوسف و محمد کی بھی رائے ہے اور ان دنوں کا 'ایام معلومات' کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ دن عربوں کے نزدیک قربانی کے ایام کی حیثیت سے جانے جاتے تھے۔"[1]

نیز امام ابن کثیر کے بقول یہ امام احمد کا بھی ایک قول ہے اور علامہ شوکانی نے اپنی تفسیر میں ابن زید کی طرف بھی اس قول کی نسبت فرمائی ہے۔[2] اور علامہ ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں، نامور حنفی عالم علامہ طحاوی کی طرف اس قول کی نسبت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

"امام طحاوی نے ایام معلومات سے یوم النحر اور اس کے بعد کے تین دن کو مراد لینا اس لیے راجح سمجھا ہے کہ یہ آیت بتاتی ہے کہ ایام معلومات قربانی کے دن ہیں۔ اور قربانی کے دن یہی چاروں دن ہیں: دسویں ذی الحجہ اور اس کے بعد کے تین دن۔"[3]

امام قرطبی اپنی تفسیر میں 'ایام معلومات' میں اللہ کا ذکر کرنے کی تشریح و توضیح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

"ان ایام میں اللہ کا ذکر کرنے سے مراد یہ ہے کہ قربانی کو ذبح یا نحر کرتے وقت اللہ کا نام لیا جائے مثلاً یہ دعا پڑھی جائے: باسم الله والله أكبر اللهم منك ولك ساتھ ہی یہ آیت پڑھی جائے: ﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ...﴾

---

۱ تفسیر الکبیر: ۲۳/۳۰؛ مختصر تفسیر ابن کثیر: ۲/۵۴۰
۲ فتح القدیر: ۱/۲۰۵
۳ فتح الباری: ۲/۴۵۸

magazine.mohaddis.com

کفار (جانوروں کو) اپنے بتوں کے نام ذبح کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا کہ ذبح کے وقت اللہ کا نام لینا ضروری ہے۔"[1]

علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی تفسیر میں اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تفسیر کچھ اسی انداز پر کی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"مطلب یہ ہے کہ بندے اپنی قربانیوں کو ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لیں، نیز اس سلسلے میں یہ بات بھی کہی گئی کہ 'ذکر' ذبح کرنے سے کنایہ ہے کیونکہ یہ اس سے جدا نہیں ہوتا، اور اللہ تعالیٰ کے قول ﴿عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ﴾ سے پتہ چلتا ہے کہ ﴿اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ﴾ ایام نحر ہیں۔"[2]

مولانا انعام اللہ صاحب قاسمی حفظہ اللہ اپنے رسالہ 'ایام قربانی' میں اللہ تعالیٰ کے اس قول کی مزید وضاحت کے لیے علامہ رازی و خطابی کے اقوال کو نقل کرنے کے بعد صفحہ ۲۳ پر لکھتے ہیں:

"اس حکمت کا یہ مفہوم ہوا کہ ایام منیٰ یوم النحر کے بعد تین دن دورِ جاہلیت ہی سے قربانی کے دن تھے جن کو شریعتِ اسلامیہ نے برقرار رکھا اور اُن کی تعداد میں کمی وبیشی نہیں کی۔ البتہ صرف اس میں تبدیلی کر دی کہ پہلے لوگ اپنی قربانیاں بتوں کے نام کرتے تھے اور اسلام نے اللہ کے لیے مخصوص کر دیا۔"

سورۂ حج کی آیت نمبر ۲۸ پر نگاہِ غائر ڈالنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا امام خطابی کی بیان کردہ حکمت کی وضاحت کے لیے ہی اس آیت کا نزول ہوا تھا۔ 'ایام معلومات' پہلے سے معلوم دن وہی ہیں جن میں ایام جاہلیت کے لوگ بتوں کے ناموں پر قربانیاں کرتے تھے اور ان قربانیوں کا گوشت خود نہیں کھاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قربانیاں تو تم اِنہی دنوں میں کرو جن دنوں میں پہلے کیا کرتے تھے مگر بتوں کے نام کے بجائے اللہ کا نام لے کر کیا کرو۔ اور ان میں سے کھلاؤ بھی اور کھاؤ بھی۔ گویا اس آیت کا مقصدِ نزول، ایام تشریق کو ایام قربانی ثابت کرنا ہے اور بس، اور ایام تشریق باتفاقِ علماء وباجماعِ امت یوم النحر کے بعد تین دن گیارہ، بارہ، تیرہ ذوالحجہ ہے۔

نوٹ: مذکورہ بالا پوری بحث الفاظ سمیت اُستاذ محترم ڈاکٹر مفضل مدنی حفظہ اللہ کے ایک فتویٰ

۱ تفسیر قرطبی ۱۲/ ۴۱

۲ تفسیر فتح القدیر ۳/ ۴۴۸

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

سے منقول ہے۔[1]

چار دن قربانی کی مشروعیت پر احادیثِ صحیحہ

پہلی حدیث: حدیث رجل من اصحاب النبی ﷺ

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (م ۴۵۸ھ) نے کہا:

أن نافع بن جبير بن مطعم رضي الله عنه أخبره، عن رجل من أصحاب النبي ﷺ قد سماه نافع فنسيته، أن النبي ﷺ قال لرجل من غفار: «قُم فأذّن أنه لا يدخل الجنة إلا مؤمن، وأنها أيام أكل وشرب أيام منى» زاد سليمان بن موسى وذبح، يقول: أيام ذبح ابن جريج يقوله[2]

"ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے ایک غفاری صحابی سے کہا کہ تم کھڑے ہو اور اعلان کر دو کہ جنت میں صرف مؤمن ہی جائیں گے اور ایام منیٰ (ایام تشریق) کھانے پینے کے دن ہیں۔ ابن جریج کہتے ہیں کہ ان کے اُستاذ سلیمان بن موسیٰ نے اسی حدیث کو بیان کرتے ہوئے ذبح کے لفظ کا اضافہ کیا ہے، یعنی وہ یہ بھی روایت کرتے تھے کہ یہ ذبح کے دن ہیں۔"

اس حدیث کی سند صحیح ہے، علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی سند کو بالکل صحیح قرار دیا ہے۔[3]
تاہم علامہ محمد ناصر الدین البانی اسی مقام پر مزید لکھتے ہیں کہ

وهذا إسناد صحيح رجاله كله ثقات، لكن ليس فيه قول: «وذبح» الذي هو موضع الشاهد وإنما فيه أن ابن جريج رواه عن سليمان بن موسي، يعني مرسلا لأنه لم يذكر إسناده. فهو شاهد قوي مرسل للطرق الموصولة السابقة

"اس کی سند صحیح ہے، اس کے سارے رجال ثقہ ہیں لیکن اس میں ذبح کا لفظ نہیں

۱ مجلہ 'التوعیہ' نئی دہلی، ستمبر ۱۹۹۱ء: ص ۳۶
۲ السنن الکبریٰ للبیہقی: ۹/ ۲۹۶
۳ سلسلہ احادیث الصحیحہ: ۵/ ۶۲۱، رقم: ۲۴۷۶

magazine.mohaddis.com

ہے۔ جو کہ محل شاہد ہے بلکہ اس میں ہے کہ ابن جریج نے اسے سلیمان بن موسیٰ سے روایت کیا ہے یعنی مرسلاً۔ کیونکہ انہوں نے اس کی سند ذکر نہیں کی تو یہ مرسل گذشتہ موصول طرق کے لئے قوی شاہد ہے۔"

مذکورہ بالا روایت کی سندی بحث اور اس کے تمام راویوں کی عدالت وثقاہت جاننے کے لئے اس موضوع پر ہمارے تفصیلی کتابچے 'چار دن قربانی کی مشروعیت' کے صفحات ۱۰ تا ۱۹ ملاحظہ کریں، نیز علامہ ناصر الدین البانی کے اس آخری تبصرے کہ اس میں ذبح کا لفظ مرسل ہے، سے ہمیں اتفاق نہیں۔ علامہ محمد رئیس ندوی نے اپنی کتاب 'غایۃ التحقیق فی تضحیۃ ایام التشریق' کے صفحہ ۸۶، ۷۷ اور ۸۹ پر اس کی تفصیلی وضاحت کر دی ہے۔ (ملخصًا)

الغرض امام بیہقی کی روایت کردہ یہ حدیث بالکل صحیح و متصل ہے، اس صحیح و متصل سند کے سامنے آنے کے بعد ایام تشریق کے ایام ذبح ہونے والی حدیث کی تصحیح کے لیے کسی بھی اور سند کی سرے سے ضرورت ہی نہیں ہے، علامہ محمد رئیس ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کہا ہے:

"سلیمان سے ابن جریج کی روایت کردہ زیر بحث حدیث نے حدیثِ مذکور کو مزید شواہد و متابعات سے مستغنی کر دیا ہے۔"[1]

دوسری حدیث: حدیث جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ

امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۵۴ھ) سیدنا جبیر بن مطعم سے روایت کرتے ہیں:

قال رسول الله ﷺ: «كل عرفات موقف، وارفعوا عن عرنة، وكل مزدلفة موقف، وارفعوا عن محسر، فكل فجاج من منحر، وفي كل أيام التشريق ذبح»[2]

"اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: پورا عرفات وقوف کی جگہ ہے اور عرنہ سے ہٹ کر وقوف کرو اور پورا مزدلفہ وقوف کی جگہ ہے اور وادئ محسر سے ہٹ کر وقوف کرو اور منیٰ کا ہر راستہ قربانی کی جگہ ہے اور تشریق کے تمام دن ذبح کرنے کے دن ہیں۔"

یہ حدیث مرفوع متصل صحیح ہے۔ امام ابن حبان نے اسے صحیح کہا ہے۔ سیدنا جبیر بن مطعم

---

۱ غاية التحقيق في تضحية أيام التشريق: ص ۸۹

۲ صحیح ابن حبان: ۹/ ۱۶۶، رقم ۳۸۵۴

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

کی اس حدیث کے مزید چار طرق اور بھی ہیں: طریق نافع بن جبیر، طریق عمرو بن دینار، طریق سلیمان بن موسیٰ، اور طریق عبد الرحمٰن بن ابو حسین... ان طرق اور ان کی سندوں پر تفصیلی بحث کے لئے علامہ محمد رئیس ندوی کی کتابیں 'غایۃ التحقیق' اور 'قصہ ایام قربانی کا' ملاحظہ کریں۔ ان متعدد طرق کی بنا پر بہت سے اہل علم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، جن میں علامہ ابن قیم، حافظ ابن حجر، علامہ البانی، شعیب ارناؤوط، شیخ احمد غماری اور علامہ عبید اللہ مبارکپوری رحمہم اللہ تعالیٰ قابل ذکر ہیں۔

حنفی عالم ابن الترکمانی اور بعض دیگر لوگوں نے گہرا جائزہ لیے بغیر یہ کہہ دیا کہ اس حدیث کی سند میں 'اضطراب' ہے، یعنی سلیمان بن موسیٰ نے الگ الگ اپنے اساتذہ سے یہ حدیث نقل کی ہے۔ تو عرض ہے کہ سند میں اس طرح کے اختلاف کو 'اضطراب' نہیں بلکہ 'تعددِ طرق' کہتے ہیں۔ دریں صورت یہ چیز حدیثِ مذکور کے لئے تقویت کا باعث ہے۔ یہ بڑی بھول ہے کہ جو چیز صحتِ حدیث پر دلالت کرتی ہو، اس کو تضعیف کی دلیل سمجھ لیا جائے۔

یہ بھی یاد رہے کہ یہ نظریہ درست نہیں کہ ہر جگہ ضعیف حدیث دوسری ضعیف حدیث سے مل کر حسن لغیرہ ہو جاتی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ موقف کہ ضعیف حدیث ضعیف سے مل کر کسی بھی صورت میں حسن لغیرہ یا مقبول و حجت نہیں ہوتی، باطل و مردود ہے بلکہ عصر حاضر کی بدعت ہے۔ چودہ سو سالہ دور میں کسی بھی عالم نے ایسا موقف اختیار نہیں کیا۔ بلکہ معاصرین میں بھی حافظ زبیر علی زئی کے علاوہ علم حدیث سے دلچسپی رکھنے والے کسی بھی عالم کے بارے میں ہمیں نہیں معلوم کہ اس نے علی الاطلاق اس طرح کی بات کہی ہو۔ ڈاکٹر خالد ادریس، اور عمرو عبد المنعم سلیم وغیرہ نے اس موضوع پر کتابیں لکھی ہیں مگر انہوں نے بھی یہ موقف نہیں اپنایا کہ کسی بھی صورت ضعیف حدیث، دوسری ضعیف سے مل کر تقویت نہیں پاسکتی یا مقبول و حجت نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا حسن لغیرہ کو علی الاطلاق ردّ کر دینے والا نظریہ حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کا تفرد ہے۔

---

۱ سنن دار قطنی: ۴/ ۲۸۴؛ مسند احمد (طبع میمنیہ): ۴/ ۸۲؛ زاد المعاد: ۲/ ۲۹۱؛ سلسلہ احادیث الصحیحۃ: ۲۴۷۶؛ مسند احمد: ۱۶۵۷؛ مرعاۃ المفاتیح: ۵/ ۱۰۸

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

تیسری اور چوتھی حدیث: حدیثِ ابوہریرہ وابو سعید رضی اللہ عنہ

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (م۴۵۸ھ) نے کہا:

عن سعيد بن المسيب ، مرة عن أبي سعيد ومرة عن أبي هريرة رضي الله عنهما عن النبي ﷺ «أيام التشريق كلها ذبح»[1]

"دو صحابہ ابو سعید خدری اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم اللہ کے نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: تشریق کے سارے دن ذبح کے دن ہیں۔"

یہ حدیث بھی بالکل صحیح اور اس کی سند بھی متصل ہے۔ علامہ ناصر الدین البانی فرماتے ہیں:

فقد غلا أبو حاتم حين قال كما رواه ابنه في العلل (2/ 38) هذا حديث موضوع عندي، والصواب عندي أنه لا ينزل عن درجة الحسن بالشواهد التي قبله ولا سيما وقد قال به جمع من الصحابة كما في شرح مسلم للنووي والمجموع له (8/ 390)[2]

"ابو حاتم نے یہ کہہ کر غلو کیا ہے کہ جیسا کہ ان کے بیٹے نے العلل (۳۸/۲) میں نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ یہ حدیث میرے نزدیک موضوع ہے۔ جبکہ صحیح بات یہ ہے کہ میرے نزدیک یہ حدیث ما قبل میں مذکور شواہد کے پیش نظر حسن درجہ سے کم نہیں ہے۔ بالخصوص جبکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے جیسا کہ شرح مسلم از امام نووی اور المجموع از نووی (۳۹۰/۸) میں ہے۔

اس حدیث کے تمام رواۃ کی ثقاہت کے لئے صفحہ نمبر ۳۰ تا ۳۳ ملاحظہ کریں۔

چار دن قربانی کی مشروعیت پر اقوالِ صحابہ رضی اللہ عنہ

صحابہ کرام میں متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے چار دن قربانی کے اقوال منقول ہیں، ہماری رسائی ان اقوال کے اصل مراجع تک نہیں ہو سکی لیکن متعدد اہل علم نے ان صحابہ کی طرف بالجزم چار دن قربانی کا قول منسوب کیا ہے۔ ممکن ہے کہ ان اقوال کی صحیح سندیں ایسی کتب میں ہوں جن تک ہماری رسائی نہ ہو یا جو مفقود ہو چکی ہوں۔ یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف کتاب

۱ السنن الکبریٰ للبیہقی: ۲۹۶/۹

۲ سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ: ۶۲۱/۵

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

وسنت کی حفاظت کی ذمہ داری لی ہے، نہ کہ اُمتیوں کے اقوال کی بھی۔ اس لیے اُمتیوں کے اقوال کی صحیح سندوں کا مفقود ہو جانا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ علامہ البانی فرماتے ہیں:

لأن الله تعالى لم يتعهد لنا بحفظ أسماء كل من عمل بنص ما من كتاب أو سنة وإنما تعهد بحفظهما فقط كما قال:﴿ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ تَنْزِيلًا ﴾ فوجب العمل بالنص سواء علمنا من قال به أو لم نعلم[1]

"اللہ تعالیٰ نے اس بات کی ضمانت نہیں لی ہے کہ کتاب وسنت پر عمل کرنے والے جملہ حضرات کے اسما کی حفاظت کرے گا، بلکہ اس نے صرف کتاب وسنت کی حفاظت کی ذمہ داری لی ہے جیسا کہ فرمایا:" ذکر کو ہم نے ہی نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔ "پس کسی بھی ثابت شدہ نص پر عمل کرنا واجب ہو گا خواہ اس کے قائلین یا اس پر عمل کرنے والوں کے نام معلوم ہوں یا نہ ہوں۔"

عام طور پر فقہا اس نوعیت کے اقوال سے حجت پکڑتے ہیں، اس لیے ہم ایسے اقوال کی فہرست پیش کرتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں درج ذیل حضرات سے چار دن قربانی کے اقوال مروی ہیں، تفصیل ملاحظہ ہو:

مفسر قرآن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (م ۴۵۸ھ) نے کہا:

أخبرنا أبو حامد أحمد بن علي الحافظ أنبأ زاهر بن أحمد، ثنا أبو بكر بن زياد النيسابوري، ثنا محمد بن يحيى، ثنا أبوداود، عن طلحة بن عمرو الحضرمي، عن عطاء، عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: الأضحى ثلاثة أيام بعد يوم النحر[2]

"عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم نے کہا کہ قربانی یوم النحر (۱۰ ذوالحجہ) کے بعد تین دن (۱۱، ۱۲، ۱۳ ذی الحجہ کے دن) ہیں۔ (یعنی یوم النحر عید کے دن کو لے کر کل چار دن قربانی کے ہیں)"

اس کی سند ضعیف ہے لیکن اسی مفہوم کی بات ابن عباس رضی اللہ عنہم سے متعدد سندوں سے

۱ آداب الزفاف فی السنۃ المطہرۃ: ص ۱۶۷
۲ السنن الکبریٰ للبیہقی: ۹/۲۹۶

magazine.mohaddis.com

منقول ہے جس سے اس روایت کی تائید ہوتی ہے، چنانچہ
حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۵۶ھ) نے کہا:

وقد روي بن أبي شيبة من وجه آخر عن ابن عباس أن المعلومات يوم النحر وثلاثة أيام بعده ورجح الطحاوي هذا لقوله تعالىٰ ﴿وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللهِ فِيْ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ﴾ فإنه مشعر بأن المراد أيام النحر انتهى[1]

"امام ابن شیبہ نے ایک دوسری سند سے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (اللہ تعالیٰ نے جن معلوم دنوں میں قربانی کا حکم دیا ہے، ان) معلوم دنوں سے مراد یوم النحر (۱۰ ذوالحجہ) کے بعد تین دن (۱۱، ۱۲، ۱۳) ذوالحجہ کے دن ہیں اور اسے امام طحاوی نے اس لیے راجح قرار دیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:
" اور جو چوپائے اللہ تعالیٰ نے دیے ہیں معلوم دنوں میں ان پر اللہ کا نام ذکر کریں۔"
اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ یہاں قربانی کے دن مراد ہیں۔"

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں ابن ابی شیبہ کی کتاب سے مذکورہ بالا روایت نقل کی ہے اور اس کی تضعیف نہیں کی ہے جس سے اس بات کی طرف اشارہ ملتا ہے کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں اس کی سند صحیح ہے کیونکہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری کے مقدمہ میں صراحت کر دی ہے کہ وہ اس کتاب میں بطورِ شرح جو روایت درج کریں گے اور اُس پر کلام نہیں کریں گے، وہ ان کے نزدیک صحیح یا حسن ہوں گی۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۱۱ھ) نے کہا:

وأخرج عبد بن حميد وابن المنذر وابن أبي حاتم عن ابن عباس قال: الأيام المعلومات: يوم النحر وثلاثة أيام بعده[2]

"عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ عبد اللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ (اللہ تعالیٰ نے جن معلوم دنوں میں قربانی کا حکم دیا ہے، ان) معلوم دنوں سے مراد یوم النحر (۱۰ ذوالحجہ) کے دن ہیں۔"

۱ فتح الباری: ۲/ ۴۵۸
۲ الدر المنثور: ۶/ ۳۷

لیکن ان تینوں سندوں تک ہماری رسائی نہیں ہو سکی کیونکہ عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم کی دستیاب کتب میں یہ روایات موجود ہیں۔ تاہم اس کثرتِ طرق کی بنیاد پر یہی ظن غالب آتا ہے کہ چار دن قربانی کی کوئی نہ کوئی اصل عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ضرور ہے۔ اسی لیے اہل علم نے بالجزم عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو چار دن قربانی کا قائل بتلایا ہے، کما سیأتی۔

بعض لوگ تنویر المقباس کو عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ہی کی تفسیر مانتے ہیں اور اس سے حجت پکڑتے ہیں (جو درست نہیں) اس میں بھی ہے کہ

﴿فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ﴾ معروفات أيام التشريق ﴿عَلٰي مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ۚ﴾ علىٰ ذبيحة الأنعام[1]

"عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (اللہ تعالیٰ نے جن معلوم دنوں میں قربانی کا حکم دیا ہے) ان معلوم دنوں سے مراد ایام التشریق (۱۱، ۱۲، ۱۳ ذی الحجہ کے دن) ہیں، ان دنوں میں اللہ کے عطا کردہ چوپایوں یعنی قربانی کے جانوروں کو ذبح کرتے وقت ان پر اللہ کا نام لو۔"

خلیفہ راشد سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

صاحب کنز العمال نے کہا:

عن علي قال: الأيام المعلومات يوم النحر وثلاثة أيام بعده (ابن المنذر)[2]

"امام ابن المنذر نے علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ (اللہ تعالیٰ نے جن معلوم دنوں میں قربانی کا حکم دیا ہے) ان معلوم دنوں سے مراد یوم النحر (۱۰ ذی الحجہ) اور اس کے بعد تین دن (۱۱، ۱۲، ۱۳ ذی الحجہ کے دن) ہیں۔ (اسے ابن المنذر نے روایت کیا ہے)

نیز دیکھیے (زاد المعاد: ۲/۲۹۱)۔ مزید دیکھیں اسی کتاب کا صفحہ: ۴۴

صحابی رسول جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۷۶ھ) نے کہا:

۱ تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس: ص ۲۷۹
۲ کنز العمال: ۴۵۲۸

magazine.mohaddis.com

وأما آخر وقت التضحية فقال الشافعي تجوز في يوم النحر وأيام التشريق الثلاثة بعده وممن قال بهذا علي بن ابي طالب وجبير بن مطعم وابن عباس[1]

"امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جہاں تک قربانی کے آخری وقت کا مسئلہ ہے تو اس سلسلے میں امام شافعی کہتے ہیں کہ یوم الاضحیٰ اور اس کے بعد تشریق کے تینوں دنوں میں قربانی جائز ہے اور یہی بات علی بن ابی طالب، جبیر بن مطعم اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم نے بھی کہی ہے۔"

واضح رہے کہ جبیر بن مطعم سے مروی کئی احادیث میں ہے کہ 'ایام تشریق قربانی کے دن ہیں' اسی بنا پر بعید نہیں کہ جبیر بن مطعم اپنی روایت کردہ احادیث کے مطابق چار دن قربانی کے قائل ہوں۔

صحابی رسول اللہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

قال الحكم، عن مقسم، عن ابن عباس: الأيام المعلومات: يوم النحر وثلاثة أيام بعده ويروي هذا عن ابن عمر، وإبراهيم النخعي، وإليه ذهب أحمد بن حنبل في رواية عنه[2]

"عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایام معلومات (قربانی کے معلوم دن) یوم النحر اور اس کے بعد کے تین دن ہیں اور یہی بات عبد اللہ بن عمر اور ابراہیم نخعی سے بھی مروی ہے اور ایک روایت کے مطابق یہی قول امام احمد بن حنبل کا بھی ہے۔"

چار دن قربانی پر قیاسِ صحیح

استاذ محترم ڈاکٹر محمد مفضل مدنی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

"قرآن وسنت کے علاوہ قیاس بھی پورے 'ایام تشریق' کے ایام قربانی ہونے پر دلالت کرتا ہے، چنانچہ علامہ ابن قیم زاد المعاد (۲/۳۱۹) میں اس امر کی عقلی توجیہ

۱ شرح مسلم: ۱۳/۱۱۱

۲ تفسیر ابن کثیر: ۵/۴۱۶، دار طیبہ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

بایں الفاظ میں فرماتے ہیں:

ولأن الثلاثة تختص بكونها أيام منى، وأيام الرمي وأيام التشريق، ويحرم صيامها، فهي إخوة في هذه الأحكام فكيف تفترق في جواز الذبح بغير نص ولا إجماع... وروي من وجهين مختلفين يشد أحدهما الآخر عن النبي ﷺ أنه قال: «كل منى منحر، وكل أيام التشريق ذبح»[1]

"بے شک ایام تشریق قربانی کے دن ہیں کیونکہ یہ مخصوص ہیں منیٰ کے دن ہونے میں، رمی کے دن ہونے میں اور ان دنوں کا روزہ حرام ہے، پس جب یہ تینوں دن ان تمام احکام میں برابر ہیں تو پھر قربانی کے حکم میں کیسے الگ ہو جائیں گے۔ (کہ کسی دن قربانی جائز ہو اور کسی دن ناجائز) جبکہ الگ ہونے پر نہ کوئی نص شرعی پایا جاتا ہے اور نہ ہی اجماعِ امت، بلکہ اس کے برعکس نبی کریم ﷺ سے متعدد روایات آئی ہیں جن سے پورے ایام تشریق میں قربانی کرنے کا ثبوت ملتا ہے۔"

چار دن قربانی کے مشروعیت پر دلالتِ لغت

محترم ڈاکٹر محمد مفضل مدنی حفظہ اللہ لکھتے ہیں

"مذکورہ دلائل کے علاوہ 'ایام تشریق' کی وجہ تسمیہ بھی ۱۳ ذوالحجہ کے جواز پر دلالت کرتی ہے چنانچہ علامہ ابن حجر فتح الباری (۴/۲۴۲) میں اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

وسميت أيام التشريق لأ لحوم الاضاحى تشرق فيها أي تنشر ف الشمس وقيل لأن الهدى لاينحر حتى تشرق الشمس

"ان تینوں دنوں (۱۳،۱۲،۱۱) کو ایام تشریق اس لیے کہا جاتا ہے کہ ان دنوں میں قربانی کے گوشت کو دھوپ میں سوکھنے کے لیے پھیلایا جاتا ہے نیز اس سلسلے میں یہ بات بھی کہی گئی ہے کہ چونکہ قربانی کے جانور سورج چمکنے سے پہلے ذبح نہیں کئے جاتے۔"[2]

مولانا انعام اللہ صاحب قاسمی لکھتے ہیں:

"اس قول 'یعنی وجہ تسمیہ' کے بموجب ایامِ تشریق کا اطلاق جتنے دنوں پر بھی ہو گا اس

1 زاد المعاد: ۲/۳۱۹؛ مجلہ 'التوعیہ' نئی دہلی، ستمبر ۱۹۹۱ء ص ۳۶
2 مجلہ 'التوعیہ' نئی دہلی ۱۹۹۱ء، ص ۳۶

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

کا تعلق ذبیحہ اور قربانی سے ہو گا۔ کیونکہ کوئی ایسا دن جس میں قربانی جائز نہ ہو تشریق کا دن نہیں کہا جا سکتا لہٰذا جب یوم النحر کے بعد تین دنوں کو باجماعِ اُمت تشریق کہا گیا ہے تو قربانی بھی یوم النحر کے بعد تین دنوں تک جائز ہو گی۔''[1]

چار دن قربانی سے متعلق اقوال تابعین

تابعین میں سے درج ذیل جلیل القدر تابعین چار دن قربانی کے قائل تھے:

امام اہل مکہ عطا بن رباح رحمۃ اللہ علیہ

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وكما قد حدثنا محمد بن خزيمة، قال: حدثنا حجاج، قال: حدثنا حماد، عن مطر الوراق أن الحسن وعطاء قالا: يضحي إلى آخر أيام التشريق[2]

''امام حسن اور امام عطا نے کہا ہے کہ قربانی ایام تشرق کے آخری دن تک یعنی عید سے لے کر چار دن تک ہے۔''

امام اہل بصرہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ

امام ابو عبد اللہ المحاملی (م ۳۳۰ھ) نے کہا:

حدثنا محمود، حدثنا هشيم، حدثنا يونس، عن الحسن أنه كان يقول: يضحي أيام التشريق كلها[3]

''حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے تھے کہ تشریق کے تمام دنوں میں یعنی عید الاضحیٰ سمیت چار دنوں: ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳ میں قربانی کی جائے۔''

امیر المؤمنین عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (م ۴۵۸ھ) فرماتے ہیں:

۱ ایام قربانی: ص ۲۲
۲ احکام القرآن للطحاوی: ۲/ ۲۰۶؛ سنن الکبریٰ للبیہقی: ۹/ ۲۹۹
۳ امالی المحاملی روایۃ ابن یحیٰ البیع: ص ۸۹؛ سنن الکبریٰ للبیہقی: ۹/ ۲۹۶ من طریق حماد واسنادہ صحیح

magazine.mohaddis.com

أخبرنا أبو حامد أحمد بن علي الحافظ، أنبا زاهر بن أحمد، ثنا أبو بكر بن زياد النيسابوري، حدثنا محمد بن إسحاق، ثنا هيثم بن خارجة، ثنا إسماعيل بن عياش، عن عمرو بن مهاجر، أن عمر بن عبد العزيز قال: الأضحى يوم النحر وثلاثة أيام بعده[1]

"خلیفہ عمر بن عبد العزیز نے کہا ہے کہ قربانی عید کے دن اور اس کے بعد تین دن ہے (یعنی کل چار دن قربانی ہے)۔"

اس کے علاوہ درج ذیل تابعین سے بھی اہل علم نے چار دن قربانی کا قول نقل کیا ہے:

امام زہری، ابراہیم نخعی، مکحول، اوزاعی اور سلیمان بن موسیٰ رحمۃ اللہ علیہم[2]

ایک اہم نکتہ

تابعین میں ہمیں کوئی ایک بھی ایسی علمی شخصیت نہیں ملی جس سے تین دن قربانی کا قول باسند صحیح ثابت ہو، اس کے برخلاف متعدد تابعین سے باسندِ صحیح چار دن قربانی کا قول منقول ہے۔ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ صحابہ بھی چار دن قربانی ہی کے قائل تھے اور ان میں بعض کی طرف جو یہ منسوب ہے کہ وہ تین دن قربانی کے قائل تھے تو یہ نسبت غلط ہے یا پھر اُنہوں نے تین دن والے قول سے رجوع فرما کر حدیثِ رسول ﷺ کے موافق چار دن قربانی والا موقف اپنا لیا تھا۔

چار دن قربانی اور ائمہ اربعہ

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

بعض نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف تین دن قربانی کا قول منسوب کیا ہے۔ مگر واقعۃً امام ابو حنیفہ کے نزدیک قربانی کتنے دن تھی، اس سلسلے میں امام ابو حنیفہ سے صحیح سند سے کوئی قول ہمیں نہیں ملا۔

1 سنن الکبریٰ للبیہقی: ۹/ ۲۹۷ اسنادہ صحیح

2 التمہید لابن عبد البر: ۲۳/ ۱۹۶؛ شرح النووی علی مسلم: ۱۳/ ۱۱۱؛ زاد المعاد لابن القیم: ۲/ ۳۱۹؛ المحلیٰ لابن حزم: ۷/ ۳۷۸؛ تفسیر ابن کثیر: ۵/ ۴۱۶، دارِ طیبہ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۰۴ھ) نے اپنی کتاب میں فرمایا:

فإذا غابت الشمس من آخر أيام التشريق، ثم ضحى أحد، فلا ضحية له[1]

"جب تشریق کے آخری دن یعنی ۱۳/ ذوالحجہ کو سورج غروب ہونے کے بعد کوئی قربانی کرے تو اس کی قربانی نہیں ہو گی۔"

یعنی ۱۳/ ذوالحجہ کو سورج غروب ہونے کے بعد سے قبل کوئی قربانی کرے تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ قربانی جائز ہو گی۔ معلوم ہوا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قربانی کے چار دن ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳ ذوالحجہ ہیں۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی طرف تین دن اور چار دن دونوں طرح کے اقوال منسوب ہیں۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۷۴ھ) نے کہا:

عن ابن عباس: الأيام المعلومات: يوم النحر وثلاثة أيام بعده، ويروي هذا عن ابن عمر، وإبراهيم النخعي، وإليه ذهب أحمد بن حنبل في رواية عنه[2]

"عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (اللہ تعالیٰ نے جن معلوم دنوں میں قربانی کا حکم دیا ہے) ان معلوم دنوں سے مراد یوم النحر (۱۰ ذی الحجہ) اور اس کے بعد تین دن (۱۱، ۱۲، ۱۳ ذی الحجہ کے دن) ہیں۔ یہی بات عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، ابراہیم نخعی سے بھی مروی ہے اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے۔"

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے تین دن قربانی والا موقف اپنایا ہے لیکن اس سلسلے میں آپ نے کوئی حدیث پیش

---

۱ الام للشافعی: ۲/ ۲۴۴

۲ تفسیر ابن کثیر: ۵/ ۴۱۶؛ الانصاف فی معرفۃ الراجح من الخلاف للمرداوی: ۴/ ۸۷

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

نہیں کی ہے، غالباً موطا میں آپ نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کے قول کی بنیاد پر یہ موقف اپنایا ہے۔ لیکن خود ابن عمر رضی اللہ عنہ کی طرف چار دن قربانی والا قول بھی منسوب ہے جیسا کہ ماقبل میں ابن کثیر کے حوالہ سے گذر چکا۔

چار دن قربانی سے متعلق اقوالِ محدثین و محققین

① امام ابن المنذر رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۱۹ھ) نے کہا:

ووقت الأضحى يوم النحر، وثلاثة أيام بعده أيام التشريق[1]

”قربانی کا وقت عید کا دن اور اس کے بعد تشریق کے تین دن ہیں۔“

② امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (م ۴۵۸ھ) نے کہا:

وحديث سليمان بن موسى أولاهما أن يقال به، والله أعلم[2]

”سلیمان بن موسیٰ (چار دن قربانی) والی حدیث زیادہ مناسب ہے کہ اس کے مطابق موقف اپنایا جائے۔“

③ امام ابوالحسن الواحدی رحمۃ اللہ علیہ (م ۴۶۸ھ)

وأول وقت الذبح إذا مضى صدر يوم النحر إلى أن تغرب الشمس من آخر أيام التشريق[3]

”قربانی کا وقت عید کے دن سے لے کر تشریق کے آخری دن تک ہے۔“

④ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۷۶ھ) نے کہا

ويخرج وقت التضحية بغروب الشمس في اليوم الثالث من أيام التشريق[4]

”قربانی کا وقت تشریق کے آخر دن سورج غروب ہوتے ہی ختم ہو گا۔“

⑤ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۲۸ھ) نے کہا:

١ الاقناع لابن المنذر: ص ٣٧٦
٢ سنن الکبریٰ للبیہقی: ٩/ ٢٩٨
٣ تفسیر الوسیط للواحدی: ٣/ ٢٦٨
٤ روضۃ الطالبین للنووی: ٢/ ٤٦٨

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

وآخر وقت ذبح الأضحية آخر أيام التشريق[1]

''قربانی کا آخری وقت تشریق کا آخری دن ہے۔''

⑥ امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۵۱ھ) نے کہا:

وقدقال علي بن أبي طالب رضي الله عنه : أيام النحر : يوم الأضحى ، وثلاثة أيام بعده ، وهو مذهب إمام أهل البصرة الحسن ، وإمام أهل مكة عطاء بن أبي رباح ، وإمام أهل الشام الأوزاعي ، وإمام فقهاء الحديث الشافعي رحمه الله ، واختاره ابن المنذر ، ولأن الثلاثة تختص بكونها أيام منى، وأيام الرمي ، وأيام التشريق ، ويحرم صيامها، فهي إخوة في هذه الأحكام ، فكيف تفترق في جواز الذبح بغير نص ولا إجماع ، وروي من وجهين مختلفين يشد أحدهما الآخر عن النبي ﷺ أنه قال :«كل منى منحر، وكل أيام التشريق ذبح»[2]

''اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا: قربانی کے دن: عید کا دن اور اس کے بعد تین دن ہیں اور اہل بصرہ کے امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور اہل مکہ کے امام عطا بن ابی رباح اور اہل شام کے امام اوزاعی کا یہی موقف ہے اور یہی فقہائے اہل الحدیث کے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف ہے اور اسے ہی امام ابن المنذر نے اختیار کیا ہے اور پورے ایام تشریق یہ مخصوص ہیں منیٰ کے دن ہونے میں، رمی کے دن ہونے میں اور ان دنوں کا روزہ حرام ہے، پس جب یہ تینوں دن ان تمام احکام میں برابر ہیں تو پھر قربانی کے حکم میں کیسے الگ ہو جائیں گے (کہ کسی دن قربانی جائز ہو اور کسی دن ناجائز)۔ جبکہ الگ ہونے پر نہ کوئی نص شرعی پائی جاتی ہے اور نہ ہی اجماعِ اُمت، بلکہ اس کے برعکس نبی ﷺ سے متعدد روایات آئی ہیں جن سے پورے ایام تشریق میں قربانی کا ثبوت ملتا ہے۔''

⑦ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۷۴ھ) نے کہا:

وأن الراجح في ذلك مذهب الشافعي رحمه الله، وهو أن وقت

۱ فتاویٰ الکبیر لابن تیمیہ: ۵/ ۳۸۴

۲ زاد المعاد: ۲/ ۳۱۹

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

الأضحية من يوم النحر إلى آخر أيام التشريق [1]

"اور اس سلسلے میں راجح امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے اور وہ یہ کہ قربانی کا وقت عید کے دن سے لے کر تشریق کے آخری دن تک ہے۔"

⑧ امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۵۰ھ) نے کہا:

أرجحها المذهب الأوّل للأحاديث المذكورة في الباب وهي يقوي بعضها بعضًا [2]

"چار دن قربانی والا موقف راجح ہے کیونکہ اس سلسلے میں وارد احادیث ایک دوسرے سے مل کر قوی ہو جاتی ہیں۔"

خلاصۂ بحث

قرآنی آیات، احادیثِ صحیحہ اور جمہور سلف صالحین سے اسی بات کا ثبوت ملتا ہے کہ قربانی کے کل چار دن ہیں۔ جماعت اہل حدیث کا یہی متفقہ موقف ہے۔ علمائے ہند کے علاوہ پاکستان وعرب کے معاصر کبار اہل علم نے بھی اسی موقف کی صراحت کی ہے مثلاً

علامہ البانی، شیخ ابن باز، شیخ عثیمین، حافظ عبد المنان نورپوری رحمہم اللہ تعالیٰ، اور مفتی محمد عبید اللہ خان عفیف، حافظ عبد الستار حماد حفظہم اللہ وغیرہم [3]

مجلس کبار علما، سعودی عرب کا بھی یہی فتویٰ ہے۔ [4]

ربّ تعالیٰ ہمیں حق کہنے، سننے اور اس کے مطابق عمل کی توفیق دے۔ آمین!

نوٹ: پیش نظر مضمون کو ادارہ محدث نے مقالہ نگار کی 'چار دن قربانی کی مشروعیت' نامی کتاب سے اَخذ کیا ہے، تاہم احادیث کی فنی بحث کے لئے اصل کتاب کے متعلقہ صفحات کی طرف نشاندہی کر دی گئی ہے۔ مضمون کی آخری سطور بھی ادارہ محدث کی طرف سے اضافہ ہیں۔

١ تفسیر ابن کثیر: ۱/ ۵۶۱

٢ نیل الاوطار: ۵/ ۱۴۹

٣ السلسلۃ الصحیحۃ: رقم ۲۴۷۶؛ مجموع فتاویٰ ابن باز: ۱۶/ ۸۷؛ مجموع فتاویٰ ورسائل العثیمین: ۲۵/ ۹۴، ۹۳، احکام مسائل: ۱/ ۴۳۲، ۴۳۳؛ فتاویٰ محمدیہ: ۱/ ۶۲۰، ۶۲۷؛ فتاویٰ اصحاب الحدیث: ۳/ ۴۰۷، ۴۰۸

٤ ابحاث ہیئۃ کبار العلماء: ۲/ ۳۰۸؛ مجلۃ البحوث الاسلامیہ، ریاض: ۴/ ۲۱۳

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

شیخ محمد صالح المنجد

'صلاۃ حاجت' کی شرعی حیثیت

سوال: نمازِ حاجت بارہ رکعت پڑھی جاتی ہے اور ہر دو رکعت کے درمیان تشہد اور آخری تشہد میں اللہ کی حمد و ثنا اور نبی علیہ السلام پر درود پڑھ کر پھر سجدہ کرتے ہیں۔ سجدہ میں سات بار سورۃ الفاتحہ اور سات بار آیۃ الکرسی اور دس بار لا إله إلا الله وحده لا شريك له، له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير پڑھ کر پھر یہ کہتے ہیں: اللهم إني أسألك بمعاقد العز من عرشك ومنتهى الرحمة من كتابك واسمك الأعظم وجدك الأعلى وكلماتك التامة... پھر ہم اپنی ضرورت طلب کرتے اور سجدہ سے اپنا سر اٹھا کر دائیں بائیں سلام پھیر دیتے ہیں۔ میرا سوال یہ ہے کہ

مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سجدہ میں قرآن مجید پڑھنے سے منع کیا ہے، میں نے دورانِ تعلیم اس نمازِ حاجت کا تجربہ بھی کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمائی۔ اب مجھے پھر ایک ضرورت پیش آئی ہے جو میں اللہ سے طلب کرنا چاہتی ہوں، اس کے لیے نماز حاجت ادا کروں یا نہ کروں، کیا اس کا کوئی خاص فائدہ ہے؟ آپ مجھے کیا نصیحت فرماتے ہیں؟

جواب: الحمد للہ! نمازِ حاجت کا ذکر چار احادیث میں ملتا ہے، جن میں سے دو احادیث تو موضوع اور من گھڑت ہیں۔ اور ان دو حدیثوں میں سے ایک میں بارہ اور دوسری حدیث میں دو رکعت کا ذکر ملتا ہے، اور تیسری حدیث بھی بہت زیادہ ضعیف ہے، اور چوتھی حدیث بھی ضعیف ہے اور ان دونوں حدیثوں میں دو رکعت کا ذکر ہوا ہے۔

① پہلی حدیث وہ ہے جس کا سوال میں ذکر کیا گیا ہے اور یہ حدیث عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی جاتی ہے کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

"تم بارہ رکعتیں دن میں یا رات میں کسی وقت ادا کرو اور ہر دو رکعت میں تشہد پڑھو۔ جب تم اپنی نماز کا آخری تشہد پڑھو تو اس میں اللہ کی حمد و ثنا بیان کرو اور نبی ﷺ پر

درود پڑھو، اور سجدہ میں سات بار سورۃ الفاتحہ پڑھو اور دس بار لا إله إلا الله وحده لاشريك له، له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير پھر یہ کلمات کہو اللهم إني أسألك بمعاقد العز من عرشك ومنتهى الرحمة من كتابك واسمك الأعظم وجدك الأعلیٰ وكلماتك التامة اے اللہ ! میں تجھ سے تیرے عرش کی عزت والی جگہوں، تیری کتاب کی کامل رحمت، تیرے بہت زیادہ عظمت والے نام، تیری بلند و بالا بزرگی اور تیرے مکمل کلمات کے ساتھ سوال کرتا ہوں۔

”اور اس کے بعد اپنی حاجت طلب کرو اور سجدہ سے سر اٹھا کر دائیں بائیں سلام پھیر دو، اور یہ بے وقوفوں کو مت سکھاؤ کیونکہ وہ اس سے مانگیں گے تو ان کی دعا قبول کر لی جائے گی۔“

اسے علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے الموضوعات: ۲/ ۶۳ میں عامر بن خداش عن عمرو بن ہارون بلخی کے طریق سے روایت کیا ہے۔ اور ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے عمرو بلخی کی ابن معین سے تکذیب نقل کی ہے، اور کہا ہے کہ سجدہ میں تلاوتِ قرآن کی ممانعت صحیح ثابت ہے۔[1]

اور اس دعا معاقد العز من عرش الله سے مقصود میں علمائے کرام کے ہاں اختلاف پایا جاتا ہے جو شرع میں وارد نہیں بلکہ بعض اہل علم، جن میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ شامل ہیں، نے یہ دعا کرنے سے منع کیا ہے، کیونکہ یہ بدعتی وسیلہ میں سے ہے، اور کچھ دوسرے علمانے اسے جائز قرار دیا ہے۔ ان کا اعتقاد ہے کہ اللہ کی صفات میں سے کسی بھی صفت کا وسیلہ جائز ہے، اس لیے نہیں کہ ان کے ہاں مخلوق کا وسیلہ جائز ہے۔ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

”میں کہتا ہوں: لیکن جس اثر اور روایت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ باطل ہے صحیح نہیں۔ اسے ابن جوزی نے ’الموضوعات‘ میں روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث بلاشک وشبہ موضوع ہے، اور حافظ زیلعی رحمۃ اللہ علیہ نے نصب الرایۃ (۲۷۳) میں ان کے اس فیصلے کو برقرار رکھا ہے۔“

اس لیے اس سے دلیل پکڑنا صحیح نہیں، اگرچہ قائل کا قول ہی ہو کہ أسألك

---

[1] الموضوعات: ۲/ ۶۳ اور ترتیب الموضوعات از امام ذہبی: ۱۶۷

magazine.mohaddis.com

بمعاقد العز من عرشك جو اللہ کی صفات میں سے ایک صفت کے ساتھ وسیلہ ہے، اور دوسرے دلائل کے ساتھ یہ توسل مشروع ہے جو اس موضوع احادیث سے غنی کر دیتی ہیں۔ ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

"أسألك بمعاقد العز من عرشك یعنی ان خصلتوں کے ساتھ جن کا عرشِ عزت مستحق ہے، یا ان کے منعقد ہونے کی جگہوں کے ساتھ، اور اس کے معنیٰ کی حقیقت یہ ہے کہ تیرے عرش کی عزت کے ساتھ، لیکن ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب اس لفظ کے ساتھ دعا کرنا مکروہ سمجھتے ہیں۔"

اگر تو اس جملہ سے وہ خصلتیں مراد لی جائیں جن کا عرشِ عزت مستحق ہے، تو یہ اللہ کی صفات میں سے ایک صفت سے توسل ہوا، لہٰذا جائز ہو گا۔ لیکن دوسری وجہ کی بنا پر جو کہ عرش سے عزت کے حصول کی جگہوں والا معنیٰ ہے تو یہ مخلوق سے توسل ہے، اس لیے جائز نہیں، بہر حال یہ حدیث کسی بحث و تمحیص کی مستحق نہیں اور نہ ہی تاویل کی، کیونکہ یہ حدیث ثابت ہی نہیں، اس لیے اوپر جو بیان ہوا ہے اس پر اکتفا کرتے ہیں۔" علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ختم ہوا۔[1]

اور شیخ صالح فوزان حفظہ اللہ کہتے ہیں:

" اس حدیث میں غرابت پائی جاتی ہے جیسا کہ سائل نے بیان کیا ہے کہ قیام کے علاوہ رکوع یا سجدہ میں سورۃ الفاتحہ مشروع ہے، اور یہ تکرار کے ساتھ ہے، اور پھر سوال میں یہ بھی ہے کہ أسألك بمعاقد العز من عرشك جیسے اور کلمات بھی ہیں اور یہ سب اُمور غریب ہیں، اس لیے سائل کو چاہیے کہ وہ اس حدیث پر عمل مت کرے۔ اور پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو صحیح احادیث ثابت ہیں جن میں کوئی اشکال بھی نہیں جن میں نوافل اور عبادات و اطاعت کا بیان ملتا ہے ان احادیث میں ہی ان شاء اللہ کفایت ہے۔"[2]

مزید بر آں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث میں ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع اور سجدہ میں قرآنِ مجید کی تلاوت سے منع فرمایا ہے۔

1 التوسل: انواعہ واحکامہ: ۴۸۔۴۹
2 المنتقی من فتاوی شیخ فوزان: ۱/۴۶

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

"مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع اور سجدہ میں قراءت کرنے سے منع فرمایا۔"[1]

② نمازِ حاجت کے متعلق دوسری حدیث درج ذیل ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"میرے پاس جبریل علیہ السلام کچھ دعائیں لے کر آئے اور کہا: اگر آپ کو کوئی دنیاوی پریشانی ہو تو آپ یہ دعائیں پڑھ کر اپنی ضرورت مانگیں:

يا بديع السموات والأرض، يا ذا الجلال والإكرام، يا صريخ المستصرخين، يا غياث المستغيثين، يا كاشف السوء، يا أرحم الراحمين، يا مجيب دعوة المضطرين ، يا إله العالمين ، بك أنزل حاجتي وأنت أعلم بها فاقضها[2]

"اے آسمان وزمین کے پیدا کرنے والے، یاذاالجلال والاکرام، اے لوگوں کی پکار سننے والے، اے مدد طلب کرنے والوں کی مدد کرنے والے، اے تکلیف کو دور کرنے والے، اے ارحم الراحمین، اے مجبور ولاچار کی دعا قبول کرنے والے، یااللہ العالمین، مجھے ضرورت اور حاجت ہے اور تو اسے زیادہ جانتا ہے میری اس حاجت کو پورا فرما۔"

③ تیسری حدیث درج ذیل ہے:

حضرت عبداللہ بن ابواوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جس کسی کو بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی جانب یا پھر کسی بنی آدم کی طرف کوئی حاجت ہو تو وہ اچھی طرح وضو کرے اور دو رکعت ادا کرکے اللہ کی حمد وثنا بیان کرکے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے اور پھر یہ کلمات کہے: لَا إِلَهَ إِلاَّ اللهُ الْحَلِيمُ الْكَرِيمُ سُبْحَانَ اللهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ الْحَمْدُ لِلهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ أَسْأَلُكَ مُوجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالْغَنِيمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَالسَّلاَمَةَ مِنْ كُلِّ إِثْمٍ لاَ تَدَعْ لِي ذَنْبًا إِلاَّ غَفَرْتَهُ وَلاَ هَمًّا إِلاَّ فَرَّجْتَهُ وَلاَ حَاجَةً

١ صحیح مسلم:۴۸۰

٢ سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ:۵۲۹۸

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

هِيَ لَكَ رِضًا إِلاَّ قَضَيتَهَا يا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ[1]

''اللہ حلیم و کریم کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، اللہ پاک ہے جو عرش عظیم کا پروردگار ہے، سب تعریفات وحمد اللہ رب العالمین کے لیے ہیں، اے اللہ میں تجھ سے تیری رحمت واجب کرنے والے اُمور طلب کرتا ہوں، اور تیری بخشش کا طلبگار ہوں، اور ہر نیکی کی غنیمت چاہتا ہوں، اور ہر گناہ سے سلامتی طلب کرتا ہوں، میرے سب گناہ معاف کر دے، اور میرے سارے غم و پریشانیاں دور فرما، اور تیری رضا وخوشنودی کا، جو بھی حاجت وضرورت ہے، وہ پوری فرما اے ارحم الراحمین!''

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے متعلق کہتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے، اور اس کی سند پر کلام کیا گیا ہے۔ اور علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ضعیف الترغیب: ۴۱٦ میں ذکر کیا اور اسے ضعیف جدّ قرار دیا ہے۔

④ چوتھی حدیث یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اے علی! کیا میں تجھے ایک دعا نہ سکھاؤں جب تجھے کوئی غم وپریشانی ہو تو اپنے ربّ سے دعا کرو تو اللہ کے حکم سے یہ دعا قبول ہو اور تیری پریشانی وغم دور ہو جائے؟ وضو کر کے دو رکعت ادا کرو اور اللہ کی حمد وثنا بیان کرنے کے بعد اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھو اور اپنے لیے اور مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کے لیے بخشش کی دعا کر کے یہ کلمات ادا کرو:

اللهم أنت تحكم بين عبادك فيما كانوا فيه يختلفون لا إله إلا الله العلي العظيم لا إله إلا الله الحليم الكريم سبحان الله ربّ السماوات السبع وربّ العرش العظيم الحمد لله رب العالمين اللهم كاشف الغم مفرج الهمّ مجيب دعوة المضطرين إذا دعوك رحمن الدنيا والآخرة ورحيمهما فارحمني في حاجتي هذه بقضائها ونجاحها رحمة تغنيني بها عن رحمة من سواك[2]

''اے اللہ تو اپنے بندوں کے مابین فیصلہ کرنے والا ہے جس میں وہ اختلاف کرتے

1. جامع ترمذی: ۴۷۹ قال الالبانی: ضعیف جدا؛ سنن ابن ماجہ: ۱۳۸۴
2. سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ: ۵۲۸۷

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

ہیں، اللہ علی و عظیم کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، اللہ حلیم و کریم کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، آسمان و زمین اور عرش عظیم کا مالک اللہ سبحانہ و تعالیٰ پاک ہے، سب تعریفات اللہ رب العالمین کے لیے ہیں، اے غموں کو دور کرنے والے، اور پریشانیوں کو دور کرنے والے، مجبور ولاچار کی دعا کو قبول کرنے والے، دنیاو آخرت کے رحمن اور دونوں کے رحیم، میری اس حاجت و ضرورت میں مجھ پر رحم فرما کر اس ضرورت کو پورا کر اور مجھ پر ایسی رحمت فرما جو مجھے تیری رحمت کے علاوہ باقی سب سے مستغنی کردے۔"

علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے الترغیب: ۴۱۷ میں ضعیف قرار دیا اور کہا ہے کہ اس کی سند مُظلم یعنی اندھیری ہے، نیز اس میں ایسے رُواۃ ہیں جو معروف نہیں۔

خلاصہ یہ ہوا کہ اس نماز کے متعلق کوئی حدیث صحیح نہیں، اس لیے مسلمان شخص کے لیے یہ نماز ادا کرنا مشروع نہیں، بلکہ اس کے مقابلہ میں جو صحیح احادیث میں نمازیں اور دعائیں اور اذکار ثابت ہیں وہی کافی ہیں۔

دوم: سوال کرنے والی محترمہ کا یہ کہنا کہ میں نے اس کا تجربہ کیا ہے اور اسے فائدہ مند پایا ہے۔ اس کے علاوہ بھی کئی لوگ ایسی بات کر چکے ہیں۔ لیکن واضح رہے کہ اس طرح کے اقوال اور تجربات سے شریعت ثابت نہیں ہوتی اور کوئی امر مشروع نہیں ہو جاتا۔

علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

"صرف تجربہ کی بنا پر ہی سنت ثابت نہیں ہو جاتی اور نہ ہی دعا کی قبولیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ قبولیّت کا سبب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ بعض اوقات اللہ تعالیٰ تو سنّت کے علاوہ کسی اور چیز کے توسّل سے بھی دعا قبول فرلیتا ہے، کیونکہ اللہ ارحم الراحمین ہے، اور بعض اوقات دعا کی قبولیت بتدریج ہوتی ہے۔"[1]

اور شیخ صالح الفوزان حفظہ اللہ کہتے ہیں:

"اور جو یہ ذکر کیا گیا ہے کہ فلان شخص نے اس کا تجربہ کیا تو اسے صحیح پایا، اور فلان نے بھی تجربہ کیا تو اسے صحیح پایا، یہ سب اس حدیث کے صحیح ہونے پر دلالت نہیں

۱ تحفۃ الذاکرین: ۱۴۰

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

کرتا، بعض اوقات انسان کوئی تجربہ کرتا ہے اور اسے اس کا مقصود حاصل ہو جاتا ہے تو یہ اس کے متعلق جو کچھ کہا گیا یا جو وارد ہوا ہے اس کے صحیح ہونے پر دلالت نہیں کرتا، کیونکہ ہو سکتا ہے اس کا حصول قضا و قدر سے ہوا ہو، یا پھر فاعل کے لیے ابتلا و امتحان ہو، تو کسی چیز کا ہو جانا اس کے صحیح ہونے پر دلالت نہیں کرتا۔"[1]

نمازِ حاجت کے متعلق ایک اور فتویٰ

سوال: میرا سوال نماز حاجت کے متعلق ہے۔ یہ کتنی بار ادا کرنی چاہیے، اور اس کی ادائیگی کب ممکن ہے؟ کیا نمازِ حاجت اس وقت ادا کی جائے جس میں دعا کی قبولیت متوقع ہو؟

جواب: مسلمان کے لیے مشروع یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرے جو اللہ تعالیٰ نے کتاب اللہ میں مشروع کی ہے، اور نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے، اور اس لیے بھی کہ عبادت توقیفی ہوتی ہے، جس میں کوئی کمی و بیشی نہیں ہو سکتی۔ اور اس لیے کسی بھی عبادت کے متعلق نہیں کہا جا سکتا کہ یہ عبادت مشروع ہے، لیکن جب صحیح دلیل ہو تو مشروع کہا جا سکتا ہے۔ جسے نماز حاجت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، ہمارے علم کے مطابق یہ ضعیف اور منکر قسم کی احادیث میں وارد ہے، جن احادیث سے کوئی حجت اور دلیل نہیں لی جا سکتی، اور نہ ہی عمل کرنے کے لیے ان احادیث کو دلیل بنایا جا سکتا ہے۔[2]

نماز حاجت کے متعلق حدیث یہ ہے جو عبد اللہ بن ابی اوفی اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

"ہمارے پاس رسول ﷺ آئے اور فرمانے لگے: جس کسی کو اللہ تعالیٰ یا کسی مخلوق کے سامنے ضرورت اور حاجت ہو تو وہ شخص وضو کرکے دو رکعت ادا کرے اور پھر یہ کہے: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ الْحَلِيمُ الْكَرِيمُ سُبْحَانَ اللهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ الْحَمْدُ للهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مُوجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالْغَنِيمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ إِثْمٍ أَسْأَلُكَ أَلَا تَدَعَ لِي ذَنْبًا إِلَّا غَفَرْتَهُ وَلَا هَمًّا إِلَّا فَرَّجْتَهُ وَلَا حَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًا إِلَّا قَضَيْتَهَا لِي"[3]

---

۱ المنتقی من فتاوی شیخ فوزان: ۱/۴۶

۲ فتاوی اللجنۃ الدائمۃ للبحوث العلمیۃ والافتاء: ۸/۱۶۲

۳ سنن ابن ماجہ: ۱۳۸۴

magazine.mohaddis.com

"اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، وہ حلیم و کریم ہے، اللہ تعالیٰ پاک ہے، جو عرشِ عظیم کا رب ہے۔ سب تعریفات اللہ ربّ العالمین کے لیے ہیں، اے اللہ میں تیری رحمت کو واجب کرنے والی اشیا کا طالب ہوں اور تیری مغفرت کا، اور ہر نیکی کی غنیمت چاہتا ہوں، اور ہر گناہ سے سلامتی۔ اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ میرے سارے گناہ معاف کر دے، اور سارے غم اور پریشانیاں دور کر دے، اور جس حاجت میں تیری رضا ہے وہ میرے لیے پوری کر دے۔ پھر دنیاوی اور آخرت کے معاملات سے جو چاہے سوال کرے، اسے دیا جائے گا۔"

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے، اس کی سند میں کلام ہے کیونکہ فائد بن عبد الرحمٰن کی حدیث میں ضعف بیان کیا جاتا ہے اور علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ ضعیف جدا ہے۔ امام حاکم کہتے ہیں: فائد بن عبد الرحمٰن نے ابو اوفی سے موضوع احادیث روایت کی ہیں۔[1]

صاحب 'السنن والمبتدعات' نے فائد بن عبد الرحمٰن کے متعلق امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام نقل کرنے کے بعد کہا ہے:

"اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ یہ متروک ہے اور ابن العربی نے اسے ضعیف کہا ہے۔ اور اُن کا کہنا ہے: آپ کو اس حدیث میں جو گفتگو ہے، اس کا علم ہو چکا ہے، اس لیے آپ کے لیے افضل، بہتر اور سلیم یہی ہے کہ آپ رات کے آخری پہر اور اذان اور اقامت کے درمیان اور نمازوں میں سلام سے قبل اور جمعہ کے روز دعا کریں کیونکہ یہ دعا کی قبولیت کے اوقات ہیں، اور اسی طرح روزہ افطار کرنے کے وقت۔ اور پھر آپ کے پروردگار جل شانہ کا فرمان ہے: "تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔" اور ایک دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اور جب میرے بندے تجھ سے میرے بارے میں سوال کریں تو انہیں کہہ دیں یقیناً میں قریب ہوں، دعا کرنے والے کی دعا کو قبول کرتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔"

اور ایک مقام پر اس طرح فرمایا:

"اور اللہ کے لیے اچھے نام ہیں، تم اسے ان ناموں سے پکارو۔"[2]

---

۱ مشکوٰۃ المصابیح: ۱/۴۱۷

۲ کتاب السنن والمبتدعات از شقیری: ۱۲۴

magazine.mohaddis.com

مولانا عبد الجبار سلفی

علاج معالجہ کے شرعی احکام و مسائل

طب کا علم، حیوانی جسم کی ترکیب اور اس کے اعضا کی کارکردگی کے متعلق دقیق بحث کرتا ہے۔ وہ اپنی تحقیق کی ابتدا حیوانی جسم کی ترکیب کے دقیق ترین اکائی (خلیہ) سے کرتا ہے اور پھر مشترک کارکردگی والے خلیوں کے مجموعے پر دادِ تحقیق دیتا ہے اور پھر دل، دماغ، جگر، گردہ جیسے اعضاے رئیسہ کی کارکردگی پر حیرت انگیز انکشافات کرتا ہے، پھر وہ نظامِ انہضام میں مشترک کردار ادا کرنے والے اعضاے حیوانی پر ریسرچ کرتا ہے اور ہر ایک کا الگ الگ کردار بیان کرتا ہے۔

یہ علم، انسان یا حیوان کی صحت کی حالت میں اُس کے اعضاے جسمانی کے کردار کی اہمیت اور مرض کی حالت میں اُن کے خطرات بیان کرتا ہے اور اس کے علاج معالجے کے ذرائع بیان کرتا ہے۔ چنانچہ کتاب و سنت کی روشنی میں علاج معالجے کی ضرورت اور اہمیت پر مشتمل یہ مضمون پیش خدمت ہے۔ اس کے مطالعے سے آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ ہمارا دین اسلام اس قدر آسان اور فطرتِ انسانی سے ہم آہنگ ہے کہ دیگر سماوی مذاہب اس کی گردِ پا کو بھی پہنچ سکے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں اپنا دین سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق بخشے۔

اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے انسان کو بنیادی طور پر اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے، لیکن اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے اس کا صحت مند ہونا ضروری ہے، لیکن بسا اوقات انسان کو اپنی ولادت سے قبل یا دورانِ ولادت یا ولادت کے بعد جسمانی یا نفسیاتی امراض لاحق ہو جاتے ہیں، جن کے علاج معالجے کا حکم قرآن و سنّت میں موجود ہے۔

علاج و معالجہ پسندیدہ عمل ہے!

صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

«لكل داء دواء فإذا أصيب دواء الداء برأ بـإذن الله عزّ وجلّ»[1]

”ہر بیماری کی دوا ہے۔ جب بیماری کو اس کی اصل دوا میسر ہو جائے تو انسان عزوجل کے

1 صحیح مسلم: ۵۷۴۱؛ سنن النسائی الکبریٰ: ۷۵۵۶

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

حکم سے شفایاب ہوجاتا ہے۔"

صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«ما أنزل الله دآء إلا أنزل له شفاء»[1]

"اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی بیماری نازل نہیں کی جس کی شفا نازل نہ کی ہو۔"

جامع ترمذی کی ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے علاج معالجے کے متعلق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایک سوال کے جواب میں فرمایا:

«نعم يا عباد الله تداووا. فان الله عَزّ وجل لم يضع داء إلا وضع له شفاء أو دواء إلا داء واحدا فقالوا: يا رسول الله وما هو؟ قال: الهرم»[2]

"ہاں، اے اللہ کے بندو! علاج معالجہ کروالیا کرو، اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی بیماری نہیں رکھی جس کی شفا نہ رکھی ہو، سوائے ایک بیماری کے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: وہ کون سی بیماری ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ ہے بڑھاپا۔"

امام شاطبی (م ۷۹۰ھ) اپنی کتاب 'الموافقات فی أصول الشریعۃ' میں فرماتے ہیں:

"بسا اوقات انسان پر وارد ہونے والی مشقت بیرون سے ہوتی ہے، اس میں نہ تو انسان کا کوئی دخل ہوتا ہے اور نہ وہ انسان کے کسی معاملے میں داخل ہونے کے سبب سے وارد ہوتی ہے۔ ایسی صورت حال میں شارع کا مقصد یہ نہیں ہے کہ انسان پر یہ مشقت طاری رہے اور وہ اس کی بنا پر رنج والم پر صبر کرتا رہے اور نہ ہی شارع کا یہ مقصد ہے کہ انسان کسی مشقت کو اپنی جان پر وارد کرنے کے لئے کوئی سبب اختیار کرے، البتہ یہ بات ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو آزمانے اور ان کے ایمان کو خالص کرنے کے لئے موذی اور مؤلِم چیزوں کو پیدا کیا ہے اور اُنہیں اپنے بندوں پر اپنی مشیّت کے موافق مسلط کیا ہے... الخ"[3]

اور پھر یہ بات بھی ذہن میں رہنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے امراض اور ان کا سبب بننے والی مخلوق کو محض شر پہنچانے کے لئے پیدا نہیں کیا بلکہ اُس نے جس چیز کو بھی پیدا کیا ہے، اس میں

1. صحیح بخاری: ۵۶۷۸؛ مسند احمد: ۳۵۷۸
2. سنن ترمذی: ۲۰۳۸؛ سنن ابو داود: ۳۸۵۷
3. الموافقات، کتاب الاحکام والعلۃ: ۱/ ۱۵۰، دار المعرفۃ، بیروت

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

کوئی نہ کوئی حکمت ہے اور وہ حکمت کے اعتبار سے خیر ہے، مثلاً اللہ نے بچھو جیسی زہریلی مخلوق کو پیدا کیا جو بظاہر مجسمہ شرّ ہے لیکن امام ابن جوزی 'صید الخاطر' میں لکھتے ہیں کہ

"اگر اسے مٹّی کے کوزے میں گلِ حکمت کر کے ہلکی آنچ میں جلا کر راکھ بنالیا جائے اور وہ راکھ جو برابر گردے کی پتھری والے مریض کو کھلا دیا جائے تو پتھری ریزہ ریزہ ہو کر خارج ہو جاتی ہے اور اگر یہ فالج زدہ مریض کو ڈس لے تو اللہ کے اِذن سے مریض شفا یاب بھی ہو سکتا ہے۔"[1]

البتہ ایسی اشیاء میں بعض لوگوں کے لئے بسا اوقات شر ہوتا ہے، لیکن وہ اضافی اور جزئی شر ہے، مطلق اور کلّی شر نہیں ہوتا۔ لہٰذا شریعت میں اَمراض اور امراض کا سبب بننے کے دفیعہ کی اجازت ہے تاکہ انسان اللہ کے حکم سے شفایاب ہو کر اُس کی نعمتوں سے اس کے حکم کے مطابق لُطف اندوز ہو سکے۔

علاج معالجہ توکل علیٰ اللہ کے منافی نہیں!

قدوۃ السالکین ورئیس المحققین امام ابن قیم دمشقی 'زاد المعاد' میں فرماتے ہیں:

"صحیح احادیث میں علاج معالجے کا حکم موجود ہے اور جس طرح بھوک اور پیاس دور کرنے اور سردی و گرمی سے بچنے کے لئے دوڑ دھوپ کرنا توکل کے منافی نہیں ہے اس طرح بیماری کا علاج کرانا بھی توکل علیٰ اللہ کے منافی نہیں ہے بلکہ اس وقت تک حقیقتِ توحید مکمل نہیں ہوتی جب تک انسان شرعاً و تقدیراً اُن اسباب کو بروئے کار نہ لائے جنہیں اللہ نے اُس کی ضرورت کے لیے پیدا کیا ہے اور ان اسباب کو اختیار نہ کرنا، حقیقت توکّل سے پہلو تہی کرنا ہے اور یہ علاج معالجے کے حکم کو جھٹلانے اور اس کی حکمت کو تسلیم نہ کرنے کے مترادف ہے۔ علاج معالجہ کرانے کے حکم میں ان لوگوں کا ردّ ہے جو کہتے ہیں کہ اگر مقدر میں شفا لکھی ہے تو علاج کا کوئی فائدہ نہیں ہے اگر مقدر میں شفا نہیں تو بھی علاج کا کوئی فائدہ نہیں۔"[2]

1 صید الخاطر، فصل میزان الرجولۃ: ص ۳۲۳

2 زاد المعاد: ۴/۱۵، فصل الأحادیث التی تحث علی التداوی، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

مملکتِ سعودی عرب کے سابق مفتی اعظم جناب عبد اللہ بن عبد العزیز بن باز سے پوچھا گیا کہ اس شخص کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے جو اس حدیث نبوی سے ترکِ علاج و معالجہ پر استدلال کرتا ہے کہ اللہ کے پیارے رسول ﷺ نے فرمایا:

« يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي سَبْعُونَ أَلْفًا بِغَيْرِ حِسَابٍ ». قَالُوا مَنْ هُمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ «هُمُ الَّذِينَ لاَ يَسْتَرْقُونَ وَلاَ يَتَطَيَّرُونَ وَلاَ يَكْتَوُونَ وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ»[1]

''امت محمد ﷺ سے ستر ۷۰ ہزار آدمی بغیر حساب و عذاب کے جنت میں جائیں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو نہ دم کرواتے ہیں، نہ علاج کی غرض سے اپنے جسم کو داغتے ہیں اور نہ فال نکالتے ہیں، بلکہ وہ صرف اپنے پروردگار پر ہی توکل کرتے ہیں۔''

تو انھوں نے جواب دیا کہ ان ستر ہزار مومنین نے صرف مندرجہ بالا چیزوں کو ترک کیا ہو گا، یہ نہیں کہ انھوں نے اسبابِ شفا ہی ترک دیے ہوں گے، کیوں کہ آپ نے ضرورت پڑنے پر بعض صحابہ کرام کو سینگی لگوائی۔ اس لیے کہ سینگی لگوانے میں کوئی کراہت نہیں ہے، بلکہ یہ ایک جائز طریق علاج ہے۔ اس طرح دیگر طرقِ علاج بذریعہ انجکشن، سیرپ، گولیاں وغیرہ جائز ہیں۔

شیخ محمد بن صالح العثیمین فرماتے ہیں کہ جب انسان یہ اعتقاد رکھے کہ اسباب محض اسباب ہی ہیں اور اللہ کی مرضی کے بغیر اُن میں تاثیر نہیں آسکتی تو اسباب کا بروئے کار لانا توکل کے منافی نہیں ہے۔ اس بنا پر انسان کا کوئی چیز پڑھ کر اپنے آپ کو یا اپنے کسی بھائی کو دم کرنا توکل کے برخلاف نہیں ہے کیونکہ حضرت رسولِ کریم ﷺ معوّذات پڑھ کر اپنے آپ کو بھی دم کرتے تھے اور اپنے صحابہ کو بھی۔ واللہ اعلم!

بیماری سے بچاؤ کے لئے احتیاطی علاج و معالجہ

امام شاطبی مؤلمات اور موذیات کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''شریعتِ اسلامیہ کے مجموعی مطالعے سے یہ بات سمجھ میں آئی ہے کہ انسان کو لاحق ہونے والی مشقت کو ہٹانے اور شریعت میں جائز قرار دی جانے والی نعمتوں سے لطف

1 صحیح بخاری:۶۵۴۱؛ صحیح مسلم:۵۴۷

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

اندوز ہونے کی صلاحیت کو محفوظ رکھنے کی غرض سے موذیات اور مؤلمات کا علاج مطلقاً جائز ہے بلکہ کسی موذی اور مؤلم وبا سے بچنے کے لیے حفاظتی اقدامات کرنے کی بھی شرع میں اجازت ہے۔ اگرچہ وہ ابھی واقع نہ بھی ہوئی ہو، تاکہ انسان کی تخلیق کے مقصد کی تکمیل ہو، اور اس کی طرف پُرخلوص توجہ کی تکمیل کی نگہداشت ہو اور اللہ تعالیٰ کی عطاکردہ نعمت عافیت کے شکریے کا فریضہ ادا ہو، مثلاً موسم سرما یا گرما کے آنے سے قبل اور بھوک یا پیاس لگنے سے پہلے اُن کے تکلیف دہ اثرات سے بچنے کی تدابیر کرنا اور بیماریوں کے پھیلنے سے قبل حفاظتی اقدامات کرنا اور ہر موذی چیز سے بچاؤ کا سامان کرنا اور اس دنیا میں سعادت مند زندگی بسر کرنے کی غرض سے متوقع نقصان دہ چیزوں سے بچنے اور متوقع نفع مند چیزوں کے حصول کے اقدامات کرنا۔''[1]

سعودی عرب کے سابق مفتی اعظم شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز سے بیماری کے نازل ہونے سے پہلے حفاظتی قطرے یا حفاظتی اَدویات کے استعمال کے بارے میں پوچھا گیا تو اُنہوں نے فرمایا:

''وبا یا دیگر اسباب کی وجہ سے بیماریاں در آنے کے خطرے کے پیش نظر علاج معالجہ کرانے یا دوا کھانے میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ حضرت رسولِ کریم ﷺ سے صحیح سند سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«من تصبّح بسبع تمرات من عجوة لم يضره سمّ ولا سحر»[2]

''جس شخص نے صبح سویرے سات عجوہ کھجوریں کھالیں، اسے جادو اور زہر نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔''

یہ اقدام بیماری کے رونما ہونے سے قبل پرہیز وبچاؤ کے قبیل سے ہے۔ اسی طرح جب کسی بیماری میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہو اور کسی شہر یا ملک میں وبائی مرض پھیلا ہوا ہو تو اُس کے دفیعہ کی غرض سے اینٹی بائیوٹک کھانے میں کوئی ممانعت نہیں اور جس طرح مریض کو لاحق ہونے والی بیماری کا علاج جائز ہے، اسی طرح متوقع بیماری سے بچنے کے

۱ الموافقات: ۲/ ۵۴۹

۲ صحیح بخاری: ۵۷۶۹؛ صحیح مسلم: ۵۳۳۹

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

لئے علاج بھی جائز ہے۔ البتہ بیماری یا آسیب یا نظر بد سے بچنے کے لئے تمائم (تعویذ دھاگے) لٹکانا جائز نہیں، کیونکہ رسولِ کریم ﷺ نے صراحت سے اس سے منع فرمایا ہے لہٰذا ان سے بچنا واجب ہے، کیونکہ یہ شرک اصغر ہے۔[1]

علاج معالجہ کے احکام

فقہاے کرام کے درمیان مباح چیزوں سے علاج کرانے میں شروع سے اختلاف منقول ہے۔ چنانچہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک مباح چیز سے علاج کرانا تقریباً واجب ہے اور امام شافعی کے نزدیک مستحب ہے اور امام مالک بن انس کے نزدیک علاج کرانا، نہ کرانا برابر ہے اور امام احمد کے نزدیک علاج کرانا مباح ہے اور نہ کرانا افضل ہے۔ البتہ حرام چیزوں سے علاج کرانا جمہور ائمہ کے نزدیک حرام ہے، کیونکہ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے منقول ہے کہ «إن الله لم يجعل شفاء كم فيما حرّم عليكم»[2]

"اللہ نے تمہاری شفا ان چیزوں میں نہیں رکھی جو تم پر حرام ہیں۔"

امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ

"اہل علم نے اس باب میں اختلاف کیا ہے کہ علاج معالجہ مباح ہے؟ مستحب یا واجب؟ اور تحقیق یہ ہے کہ کچھ چیزوں سے علاج معالجہ حرام ہے اور کچھ سے مکروہ اور کچھ سے مستحب ہے اور پھر بعض صورتوں میں علاج معالجہ واجب ہے اور یہ اس صورت میں جب یقین ہو جائے کہ اس کے بغیر زندہ رہنا ممکن نہیں مثلاً اضطراری حالت میں مُردار کا کھالینا واجب ہے، کیونکہ ایسی صورتِ حال میں ائمہ اربعہ اور جمہور علما کے نزدیک ایسا کرنا واجب ہے۔"[3]

میڈیکل علاج کے بارے میں 'اسلامی فقہی بورڈ' نے اپنے اجلاس منعقدہ مؤرخہ ۱۴۱۲ھ بمقام جدّہ سعودی عرب میں قرارداد نمبر ۶۸/۵/۵ پاس کی جس کا مفہوم یہ ہے کہ

"علاج معالجہ اصلاً مشروع ہے، کیونکہ اس کے متعلق قرآنِ کریم اور سنّتِ قولیہ وفعلیہ

۱ مسند احمد: ۱۷۴۵۸

۲ السلسلة الصحيحة: ۱۶۳۳

۳ فتاویٰ ابن تیمیہ: ۱۸/۱۲

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

سے دلائل موجود ہیں اور یہ اس وجہ سے بھی مشروع ہے کہ اس عمل سے انسانی جان کی نگہبانی ہوتی ہے جو شریعتِ مطہرہ کے مقاصدِ کلیہ میں سے ایک نمایاں مقصد ہے۔ اور اشخاص و احوال کے اختلاف کے مطابق علاج معالجے کے احکام بدلتے رہتے ہیں چنانچہ جس مرض سے جان کی ہلاکت یا اس کے کسی عضو کی خرابی یا اس کے مفلوج ہونے کا اندیشہ ہو یا متعدی امراض کی طرح اس مرض کا اثر دیگر لوگوں تک منتقل ہونے کا خطرہ ہو تو اس کا علاج کرنا کرانا واجب ہے۔ اور جس مرض کے علاج نہ کرانے سے بدن کے کمزور ہونے کا اندیشہ ہو اور مذکورہ بالا خطرات نہ ہوں تو اس کا علاج کرنا کرانا مستحب ہے اور جب مذکورہ بالا دونوں صورتیں (جان کی ہلاکت یا بدن کی کمزوری) نہ ہوں تو علاج کرنا کرانا جائز ہے۔''

اور جب کسی مرض کے علاج کی وجہ سے اس سے بدتر مرض کے در آنے کا خطرہ ہو تو اس کا علاج کرنا کرانا مکروہ ہے۔ امام ابن عثیمین فرماتے ہیں کہ

① جس مرض کے علاج سے شفا کا ظن غالب ہو اور علاج نہ کرانے سے ہلاکت کا احتمال ہو تو اس کا علاج کرانا واجب ہے۔

② جس مرض کے علاج سے ظن غالب کے مطابق نفع ہو اور علاج نہ کرانے سے ہلاکت یقینی نہ ہو تو اس مرض کا علاج کرانا افضل ہے۔

③ جس مرض کے علاج سے شفا اور ہلاکت کے خدشات برابر ہیں تو اس کا علاج نہ کرانا افضل ہے تاکہ انسان لاشعوری طور پر اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈال بیٹھے۔[1]

غیر مسلموں سے علاج معالجہ کرانا

امام ابن عثیمین مزید فرماتے ہیں کہ ''مسلمان مرد یا عورت کا بغیر کسی مجبوری کے یہودی یا عیسائی ڈاکٹر سے علاج کرانا مکروہ ہے، کیونکہ وہ ناقابل اعتبار ہے اور اللہ نے اُن کو خائن بتایا ہے تو ہم کیوں اُنہیں امین سمجھیں۔ چنانچہ دو شرطوں کے بغیر غیر مسلموں سے علاج کرانا جائز ہے۔ ایک تو یہ کہ کوئی واضح مجبوری ہو، دوسرا یہ کہ ان کی فریب کاری کا اندیشہ نہ ہو۔''[2]

1 الشرح الممتع از شیخ محمد بن صالح العثیمین: ۲۰۱/۵
2 الشرح الممتع: ۲۰۲/۵

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

مرد طبیب سے عورت کا علاج کرانا

برونائی دارالسلام میں منعقدہ آٹھویں اسلامی فقہی کانفرنس کے متفقہ فیصلے کے مطابق اگر مریضہ کے طبّی چیک اَپ کے لیے سپیشلسٹ لیڈی ڈاکٹر موجود ہو تو اس کا فرض بنتا ہے کہ وہ بذاتِ خود چیک اَپ کا فریضہ سرانجام دے اور اگر مسلمان لیڈی ڈاکٹر میسّر نہ ہو تو غیر مسلم لیڈی ڈاکٹر بھی اُسے چیک کر سکتی ہے اور اگر غیر مسلم لیڈی ڈاکٹر میسر نہ ہو تو مسلمان ڈاکٹر یہ فریضہ سرانجام دے سکتا ہے اور اگر مسلمان ڈاکٹر میسر نہ ہو تو پھر غیر مسلم ڈاکٹر چیک اَپ کا فریضہ سرانجام دے سکتا ہے اس شرط کے ساتھ کہ وہ مرض کی تشخیص اور علاج کی غرض سے عورت کے بدن کے متاثرہ حصے کو ہی دیکھے اور حتی المقدور غضِ بصر سے کام لے اور پھر عورت کے علاج معالجے کا معاملہ، خلوتِ محرّمہ کے ارتکاب سے بچنے کے لئے خاوند یا محرم یا قابل اعتماد عورت کی موجودگی میں ہو۔

مزید برآں فقہی کانفرنس محکمہ صحّت کے ذمہ داران کو تلقین کرتی ہے کہ وہ طبّی علوم کے شعبوں میں عورتوں کی اسپیشلائزیشن کی حوصلہ افزائی کریں خصوصاً تولید و وضع حمل جیسے نسوانی معاملات کے شعبے میں، اس بات کے پیش نظر کہ ان کے آپریشن کے لیے عورتیں بہت کم ہیں اور اس وجہ سے بھی کہ استثنائی قاعدے کی ضرورت ہی نہ پڑے۔

اور بسا اوقات بعض مریض خواتین ڈاکٹر کے کہنے سے پہلے ہی بغیر کسی مصلحت اور ضرورت کے اپنے بدن کا کوئی حصہ کھول دینے میں حرج محسوس نہیں کرتیں حالانکہ اُنہیں ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہیے۔

شیخ ابن عثیمین سے مرد ڈاکٹر سے عورت کے علاج کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا:

”لیڈی ڈاکٹر دستیاب نہ ہونے کی صورت میں مرد ڈاکٹر سے عورت کے علاج میں کوئی حرج نہیں اور اہل علم نے جائز قرار دیا ہے کہ ایسی صورت میں مرد طبیب سے علاج کرانے میں کوئی حرج نہیں اور عورت کے لیے جائز ہے کہ وہ ڈاکٹر کے سامنے اپنے بدن کا وہ حصہ کھول دے جس کے کھولے بغیر تشخیص اور علاج ممکن نہ ہو، البتہ اس صورت میں اس کے ساتھ محرم کا ہونا ضروری ہے، کیونکہ غیر محرم طبیب کے ساتھ عورت کا

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

علیحدگی میں ہونا حرام ہے۔''[1]

لیڈی ڈاکٹر سے مرد کا علاج کرانا

ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ میں کام کرنے والی بعض لیڈی ڈاکٹرز اور نرسیں، بغیر کسی خاص مجبوری کے مرد مریض کے علاج معالجے میں اندیشہ محسوس نہیں کرتیں اور بسا اوقات لیڈی ڈاکٹر براہِ راست مریض آدمی کے ستر والے حصے کو دیکھتی اور بار بار اسے چھونے میں جھجک محسوس نہیں کرتیں اور بسا اوقات سرجری کے شعبہ میں زیر تربیت طالبات اور لیڈی ڈاکٹرز کو مجبور کیا جاتا ہے کہ وہ کھڑے یا لیٹے ہوئے مرد مریض کے شرم والے عضو کا چیک اَپ کریں، گویا کہ میڈیکل کے شعبے میں اس کے بغیر سپیشلائزیشن ہو ہی نہیں سکتی اور بہت سی نرسیں اور لیڈی ڈاکٹرز ایسا کرنا بھی نہیں چاہتیں، لیکن وہ اس خوف سے ایسا کرنے پر مجبور ہوتی ہیں کہ مبادا اُنہیں پریکٹیکل کی سند نہ ملے حالانکہ ہمارے علم کے مطابق میڈیکل کے تعلیمی نصاب اور تقاضوں میں ایسی کوئی سختی نہیں کہ طالبات کو ایسا کرنے پر مجبور کیا جائے، خصوصاً ایسی صورت میں کہ وہ دین، اخلاق اور حیا کی وجہ سے ایسا کرنے میں حرج محسوس کرتی ہوں۔ اس بنا پر عین ممکن ہے کہ طالبات طب کے دیگر شعبہ جات میں داخلہ لے لیں جہاں ایسی صورتِ حال نہ ہو۔

اور بعض مرد لیڈی ڈاکٹر سے علاج کروانے سے روک بھی دیتے ہیں اور بعض نہیں روکتے کیونکہ وہ اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے یا وہ سمجھتے ہیں کہ جب لیڈی ڈاکٹر موجود ہے تو اس سے چیک اَپ کروانا جائز ہے اگرچہ ایمر جنسی کی صورت نہ بھی ہو۔ بعض ضعیف الایمان اور بے مروّت مریض بذاتِ خود نرس یا لیڈی ڈاکٹر سے چیک اَپ کروانے میں لذت محسوس کرتے ہیں۔ اگر بالغ مریض مردوں کے لئے نرس یا لیڈی ڈاکٹر سے چیک اَپ کروانا ممنوع قرار دے دیا جائے تو اُن کے لئے اور اُن کے بعد والے مرد مریضوں کے لیے معاملہ آسان ہو جائے گا اور ڈاکٹروں کی ایک بڑی تعداد کو ہر رورل ہیلتھ سنٹر اور شہری ہسپتالوں میں کھپایا جا سکے گا۔

لیکن یہاں تو معاملہ اور صورت حال اتنی بگڑ چکی ہے کہ نسوانی امراض کے علاج کے لئے بھی مرد ڈاکٹر ہسپتالوں میں گھومتے پھرتے اور زچگی جیسے معاملات میں بھی حصہ لیتے ہیں۔ کیا یہ

1 جریدہ 'الریاض': شمارہ ۹۵۶۶

magazine.mohaddis.com

کوئی عقل اور حکمت اور تہذیب واخلاق کی بات ہے کہ مسلمان عورتوں کی زچگی مردوں کے ہاتھ ہو اور وہ بھی یہودی اور مجوسی مردوں کے ہاتھوں، افسوس کہ بعض اوقات صرف مردوں کے نرغے میں ایک مریض عورت گھری ہوتی ہے۔

قرآن کے ذریعے شفا اور دم کے اَحکام

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَ لَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ۝۸۲ ﴾[1]

”اور ہم قرآن سے وہ کچھ نازل فرماتے ہیں جو ایمان والوں کے لیے شفا اور رحمت ہے ،وہ کافروں کو سوائے خسارے اور کچھ نہیں بڑھاتا۔“

امام ابن جوزی فرماتے ہیں کہ یہاں مِن بیانِ جنس کے لئے ہے لہٰذا تمام قرآن شفا ہے اور اس شفا کے بارے میں تین اقوال ہیں: ایک تو یہ ہے کہ اپنے اندر ہدایت کی وجہ سے گمراہی سے شفا ہے۔ دوسرا یہ کہ یہ اپنے اندر برکت کی وجہ سے بیماریوں سے شفا ہے۔ تیسرا یہ کہ وہ فرائض و احکام کے بارے میں شفا ہے۔[2]

امام ابن قیم فرماتے ہیں کہ اللہ نے آسمان سے کوئی ایسی شفا نازل نہیں کی جو بیماری کو دور کرنے میں قرآنِ کریم سے زیادہ نفع مند اور عظیم تر اور کامیاب ہو۔[3]

صحیح بخاری میں ہے کہ ایک صحابی نے کسی عرب قبیلے کے شیخ کو بچھو کے کاٹنے پر سورۃ فاتحہ پڑھ کر دم کیا تو وہ شفایاب ہو گیا اور اُٹھ کر چلنے لگا۔[4] یہ تو تاثیر ہوئی جسمانی امراض کے معاملے میں جبکہ عقلی اور نفسیاتی شفا کے معاملے میں حضرت امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

فَرَقَاهُ بِأُمِّ الْقُرْآنِ ثَلاَثَةَ أَيَّامٍ غُدْوَةً وَعَشِيَّةً، كُلَّمَا خَتَمَهَا جَمَعَ بُزَاقَهُ ثُمَّ تَفَلَ فَكَأَنَّمَا أُنْشِطَ مِنْ عِقَالٍ[5]

۱ سورۃ بنی اسرائیل:۸۲

۲ زاد المسیر از ابن جوزی: ۵/ ۷۹

۳ الجواب الکافی از ابن قیم:۱/ ۳

۴ صحیح بخاری:۶۸۷

۵ سنن ابوداود:۳۴۲۰

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

”ایک صحابی کسی قوم کے پاس سے گذرا جن کا کوئی آدمی زنجیروں سے جکڑا ہوا تھا جو اس نے تین دن صبح وشام اس کو سورت فاتحہ پڑھ کر دم کیا تو وہ شفایاب ہو گیا۔“

کیا دم کسی شخص یا خاندان کے لئے خاص ہے یا کوئی شخص بھی دم کرسکتا ہے؟

بعض بلکہ اکثر لوگوں کا اس بات پر اعتقاد ہے کہ دم جھاڑ اس صورت میں مفید ہوتا ہے جب کسی خاص خاندان یا خاص شخص سے کروایا جائے، کیونکہ گناہ گار مریض جب اپنے آپ کو دم کرے تو اسے کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ پھر وہ یہ بھی اعتقاد رکھتے ہیں کہ دم کرنے کا معاملہ کوئی بچوں کا کھیل نہیں ہے کہ ہر نتھو خیرا دم کرتا پھرے، بلکہ اس کے لیے بڑے تجربے اور مجاہدے کی ضرورت ہے۔ اس لیے بہت سے لوگ دور دراز سے سفر کر کے دیگر شہروں اور دیہاتوں میں عاملوں کے پاس دم کروانے جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ قوت اور تاثیر کے لحاظ سے ان لوگوں کا دم عام لوگوں کے دم سے کہیں زیادہ ہے۔ جبکہ صحیح بات یہ ہے کہ دم جھاڑ کے لیے کسی خاص خاندان یا شخص کی ضرورت نہیں، بلکہ جو کوئی شخص اپنے آپ کے لیے یا کسی دوسرے کے لیے تہہ دل سے اللہ سے دعا کرے یا اپنے آپ کو یا کسی دوسرے کو دم کرے تو اللہ اس کی دعا قبول کرلیتا ہے اور مریض کو شفا بخش دیتا ہے، چنانچہ قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ ﴾[1]

”بھلا کون ہے وہ ذات جو لاچار اور بے کس جان کی پکار پر اُس کی فریاد رسی کرتا ہے اور اس کی مصیبت کو دور کرتا ہے۔“

البتہ اس میں شرط یہ ہے کہ اللہ کے سامنے تہہ دل سے گڑگڑا اور آنسو بہا کر اپنے لیے یا اپنے کسی مسلمان بھائی بہن کو دم یا اُس کے لئے دعا کی جائے، کیونکہ اللہ کی ذات لاپرواہی سے کیے جانے والے دم اور دعا کو قبول نہیں کرتی۔

یہاں یہ بات خوب یاد رہے کہ کوئی مسلمان بھائی اپنے مسلمان بھائی کو نفع پہنچانے کے لئے دم کرے تو کیا یہ جائز ہے؟ خصوصاً اس صورت میں کہ دم کرنے والا بھائی اللہ کے مقرب بندوں میں سے ہو، کیونکہ ایسی صورت میں دعا یا دم جھاڑ کروانے سے نفع کی اُمید زیادہ ہوتی ہے۔ لیکن اس سے بھی افضل اور اعلیٰ طریقہ یہ ہے کہ انسان براہِ راست اپنے آپ کو دم کرے اور اللہ سے

1 سورۃ النمل: ٦٢

magazine.mohaddis.com

شفا طلب کرے، کیونکہ یہ صورت قبولیتِ دعا اور دم جھاڑ کی اثر پذیری میں اکسیر کا درجہ رکھتی ہے اور علماے سلف وخلف کا اسی پر عمل تھا اور وہ اسی طرح کرنے کا حکم دیتے تھے اور ایسا کرنے کے بعد بھی خدانخواستہ شفا حاصل نہ ہو تو اس کا اجر اِن شاء اللہ ضرور مل جائے گا۔

یہاں ایک تنبیہ کرنا خالی از فائدہ نہ ہو گا کہ بسا اوقات کسی شخص سے مسنون اور شرعی دم کروانے سے آدمی کو فائدہ ہو جاتا ہے تو اس کے دل میں یہ اعتقاد داخل ہو جاتا ہے کہ اس دم جھاڑ کرنے والے کا اللہ کے ہاں بڑا مرتبہ ہے اور اللہ نے اس کے دم میں شفا رکھی ہے۔ ایسا اعتقاد رکھنے والے کو علم ہونا چاہیے کہ دعا اور دوا تو ایسے اسباب ہیں جنہیں اختیار کرنے کا حکم اللہ نے دیا ہے جبکہ مسبّب الاسباب اللہ ہے اور درحقیقت وہی شفا بخشنے والا ہے، ورنہ کتنے سارے نیک اشخاص کو ہم نے خود دیکھا ہے کہ وہ جب دوسروں کو دم کرتے تھے تو ان کو فائدہ ہو جاتا تھا، لیکن جب وہ خود بیمار ہوئے تو نہ اُنہیں کسی کے دم سے فائدہ ہوا اور نہ کسی کی دوا سے ... اور وہ عالم آخرت کو سدھار گئے۔

...ڑ کرنے کے لئے مراکز قائم کرنا

عالم اسلام کے مفتی اعظم شیخ عبد العزیز آلِ شیخ سے شرعی دم جھاڑ کے لئے مراکز قائم کرنے کے جواز کا فتویٰ طلب کیا گیا تو اُنہوں نے جواب دیا:

> "اس سلسلے میں اولیٰ اور افضل بات تو یہ ہے کہ ہر نیک تجربہ کار شخص سے دم کروا لیا جائے اور روحانی ہیڈ کوارٹر یا ہسپتال نہ بنایا جائے، کیونکہ ایسا کرنا مبالغہ ہوگا جو اسے مشروعیت سے نکال دے گا۔'[1]

...ک دم کرنا یا لاؤڈ سپیکر پر مجمع عام کو دَم کرنا

بعض ایسے ممالک جن میں اکثر لوگ دم جھاڑ پر اعتماد کرتے ہیں، وہ مشہور عاملین کے ہاں جوق در جوق جاتے ہیں اور وہ اُنہیں فرداً فرداً دم کرنے کی بجائے لاؤڈ سپیکر پر مخصوص وِرد کے ساتھ دم کرتے ہیں۔ ایسے عاملوں کے بارے میں سعودی عرب کی 'مستقل کونسل برائے فتویٰ' کی خدمت میں سوال بھیجا گیا تو اُس نے جواب دیا کہ دم کے لئے ضروری ہے کہ مریض سامنے

1 جریدۃ الریاض: مؤرخہ ۱۰ر شوال المعظم ۱۴۲۱ھ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

ہو، لاؤڈ سپیکر یا فون کے ذریعے دم جھاڑ کرنا صحیح نہیں اور یہ فعل حضرت رسول اللہ ﷺ اور اُن کے صحابہ کے عمل کے بر خلاف ہے اور آپ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ فِيهِ فَهُوَ رَدٌّ»[1]

"جس کسی نے ہمارے دین میں نئی بات رائج کی وہ مردود ہے۔"

امام عبد العزیز بن باز سے اس سلسلے میں پوچھا گیا تو اُنہوں نے فرمایا: اس عمل کی کوئی دلیل اور بنیاد نہیں ہے، اصل اور ثابت شدہ بات تو یہ ہے کہ شرعی اور مسنون دم جھاڑ کے وقت مریض کے ہاتھوں یا سینے یا چہرے یا اس کے سر پر پھونکا جائے اور دور بیٹھے ہوئے لوگوں پر فضا میں پھونکا نہ جائے بلکہ ہر مریض کو اس کی طلب کے موافق پانی پر دم کر دیا جائے تاکہ وہ اسے پی سکے یا اُس سے غسل کر سکے جب کہ بعض لوگوں کا (مجمع عام کو) لاؤڈ سپیکر پر دم کر کے پھونکنا اس کا کوئی ثبوت نہیں اور ہمارے علم کی حد تک ایسا کرنا نہ شرع سے ثابت اور نہ ہی مسلمان ایسا کرتے تھے، لہٰذا ایسا کرنے سے بچنا ضروری ہے، بلکہ مریض کو آیت الکرسی اور مسنون دعائیں پڑھنی چاہئیں۔ لہٰذا لوگوں کو ایک جگہ جمع کرنا اور سپیکر پر اُنہیں دم کرنا بدعت ہے جسے دور حاضر کے لوگوں نے ایجاد کیا ہے۔ لاحول ولا قوة إلا بالله[2]

دم جھاڑ کے لیے آڈیو کیسٹیں تیار کر کے تقسیم کرنا

'سعودی عرب کی کونسل برائے علمی تحقیقات اور فتویٰ' کے سامنے جنوں کو بھگانے یا نظر بد کو ٹالنے یا جادو کو دور کرنے کے لئے مخصوص قرآنی آیات پر مشتمل آڈیو کیسٹیں تیار کرنے کے بارے میں سوال ہوا تو کونسل نے جواب دیا کہ قرآنی آڈیو کیسٹیں دم کا متبادل نہیں ہو سکتیں کیونکہ دم جھاڑ اعتقاد اور نیت کا متقاضی ہے جب کہ یہ عمل آڈیو سے حاصل نہیں ہو سکتا۔[3]

دم جھاڑ کرنے والے کا عورت کے بدن کو چھونا

سعودی عرب کی مذکورہ بالا کونسل کے سامنے جن کو قابو کرنے کے لئے عورت کے بدن کو

۱ صحیح بخاری: ۲۶۹۷

۲ جریدۃ الریاض: ۲/ شعبان ۱۴۱۷ھ

۳ مجلۃ الدعوۃ: ۱۶/ ذوالقعدۃ ۱۴۱۹ھ

magazine.mohaddis.com

چھونے کے بارے میں سوال پیش کیا گیا تو اُس نے جواب دیا کہ دم جھاڑ کرنے والے کے لئے جائز نہیں کہ وہ ڈاکٹر کی طرح عورت کے بدن کو چھوئے کیونکہ ڈاکٹر بسا اوقات ایسا کیے بغیر مرض کا پتہ نہیں لگا سکتا جبکہ عامل نے تو محض دم ہی کرنا ہے اور کچھ پڑھ کر پھونکنا ہے، اسی کے لئے عورت کے بدن کو چھونے کی کوئی ضرورت ہی نہیں۔[1]

دم کے ذریعے مرض کی تشخیص کرنا

اللہ تعالیٰ نے مشروع دم کو شفا کا ذریعہ بنایا ہے، تشخیص کا ذریعہ نہیں بنایا کہ اس کے ذریعے مرض کا پتہ چلایا جاسکے: آیا مریض کو جادو ہے یا نظر بد لگی ہے یا اس پر جن کا اثر ہے؟ کیونکہ دم درحقیقت اللہ کے سامنے مسنون دعاؤں کے ذریعے گڑگڑا کر شفا طلب کرنے کا نام ہے خواہ بیماری کوئی بھی ہو کیوں کہ شفا تو بہر حال اللہ نے عطا فرمانی ہے۔ اللہ کے سامنے موذی سے موذی تر بیماری سے شفا دینا، چیونٹی کے کاٹے سے شفا دینے سے بھی آسان ہے کیونکہ اس نے تو کُن کہنا ہے، اس کے کُن کہنے سے کینسر جیسے مرض سے بھی ایسے ہی شفا مل جاتی ہے جیسے سوئی کے سرے کی چبھن سے شفا مل جاتی ہے لہٰذا اس کا تکلف کرنا سعی لاحاصل ہے کہ فلاں فلاں آیات پڑھنے پر مریض پر کوئی اثر ہو تو وہ جادو ہو گا اور فلاں آیت پڑھنے پر مریض پر ایسا ویسا اثر ہو تو وہ نظر بد کا اثر ہو گا اور فلاں فلاں آیت پڑھنے سے مریض پر ایسا ویسا اثر ہو تو اس پر جن کا اثر ہو گا۔

وسوسے، مرگی اور نظر بد جیسے امراض کے مسائل

نظر بد، وسوسے، مرگی جیسے امراض کے علاج معالجے کے شرعی طریقہ کے بارے میں سیدنا ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«العين حق »[2]

" نظر بد کا اثر برحق ہے۔"

اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

«العين حقّ ولو كان شيء سابق القدر لسبقته العينُ وإذا استُغْسِلتم

1 فتاویٰ اللجنة الدائمة : رقم ۲۰۳۶۱

2 صحیح بخاری: ۵۷۴۰

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

فاغسلوا»[1]

"نظرِ بد کا اثر برحق ہے اگر کوئی چیز تقدیر سے آگے بڑھ سکتی ہوتی تو وہ نظرِ بد ہی ہوتی، اگر تم سے (تمہاری نظرِ بد کا اثر زائل کرنے کے لئے تمہارے غسل میں استعمال شدہ پانی) طلب کیا جائے تو تم اپنے غسل میں استعمال شدہ پانی دے دیا کرو۔"

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ رسولِ کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ نظرِ بد کا اثر برحق ہے، اس سے یہ مراد ہے کہ (حسد بھری) نظر کا اثرِ بد ثابت شدہ حقیقت ہے یا یہ کہ وہ بھی ان تمام مؤثرات میں شامل ہے جن کا وجود ثابت شدہ ہے۔[2]

امام مازری فرماتے ہیں کہ جمہور علما اور اُمّتِ مسلمہ نے اس حدیث کو ظاہری الفاظ کے مطابق تسلیم کیا ہے کہ نظرِ بد کا اثر برحق ہے اور مبتدعین کے مختلف گروہوں نے اس کا انکار کیا ہے اور اُن کے قول کے غلط ہونے کی دلیل یہ ہے کہ نظرِ بد دراصل ایک معنوی وجود رکھنے والی چیز ہے جو ظاہری چیزوں کے اثرات سے متصادم نہیں ہوتی اور نہ ہی وہ کسی چیز کی حقیقت کو مٹا یا فاسد کر سکتی ہے، وہ عقولِ انسانی کے ہاں ان چیزوں میں شامل ہوتی جنہیں وہ جائز اور مؤثر مانتی ہیں۔ جب شارع ان کے اثر انداز ہونے کی خبر دے تو اس پر اعتقاد رکھنا واجب ہے اور اس کی تکذیب جائز نہیں ہے، ورنہ اس طرح تو اُمورِ آخرت کی تکذیب بھی جائز ہو گی جو کہ صریح کفر ہے، لہٰذا اس کی تکذیب اور اُمورِ آخرت کی تکذیب کفر میں برابر ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی، امام مازری کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ بہت سے علماے طبیعیات بیان کرتے ہیں کہ نظرِ بد سے دیکھنے والے حاسد انسان کی آنکھوں سے زہریلی شعائیں پھوٹتی ہیں جو محسود انسان پر اثر انداز ہو کر اسے ہلاک کر دیتی ہیں یا اسے کسی خرابی میں مبتلا کر دیتی ہیں اور ان کا اثر ان زہریلے سانپوں کی نظر کی طرح ظاہر ہوتا ہے کہ جو اپنی زہریلی نظر سے اچھی بھلی شخصیت کو لرزا بلکہ تڑپا کر بیمار کر دیتے ہیں، البتہ علماے طبیعیات اسے چند اشیا تک ہی مؤثر مانتے ہیں جبکہ اہل السنّۃ کا اعتقاد یہ ہے کہ نظرِ بد حاسد انسان کے دیکھنے پر اسی طرح اثر انداز ہوتی ہے جس طرح دیگر اشیا اللہ کے دستور کے موافق اثر انداز ہوتی ہیں۔

١ سنن ترمذی: ٢٠٦٢، ٢٠٦١

٢ فتح الباری: ١٠/٢٠٣

magazine.mohaddis.com

جہاں تک حاسد انسان کے بنظر حسد دیکھنے سے تکلیف ہونے کا تعلق ہے اور کیا ایسی پوشیدہ لہریں اور شعاعیں ہیں جو اس طرح کا اثر دکھاجاتی ہیں؟ تو یہ ایک احتمالی نظریہ ہے جس کا نہ تو قطعاً اعتبار کیا جاسکتا ہے نہ انکار!!

یہ تو خیر اس دور کی بات ہے، لیکن آج کل اس طرح کی لہروں اور شعاعوں کا نظریہ ایک تسلیم شدہ حقیقت بن چکا ہے اور میڈیکل سائنس کے ڈاکٹروں کے مشاہدے میں بھی آچکا ہے۔ مجھے میرے دوست ڈاکٹر رحمت عمران (ایم بی بی ایس، ای ڈی او محکمہ صحت پنجاب) نے خود بتایا کہ میں اپنے کلینک میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص میرے کلینک میں داخل ہوا اور میری کرسی کے اوپر شیشے کے فریم میں مہینوں سے لٹکی ہوئی میری تصویر کے اوپر نظر جما کر بولا: واہ کیا خوبصورت اور خوش نما تصویر ہے۔ اس کے یہ کہتے ہی لکڑی کے فریم میں تصویر کے اوپر لگا ہوا شیشہ کڑک کر ایک خاص شکل میں ٹوٹ نیچے آگرا اور اس کے بعد میرا یقین پختہ ہو گیا کہ حدیثِ نبوی میں بیان شدہ نظر بد کا اثر برحق ہے، ورنہ پہلے میں اسے محض مولویوں کی ہفوات ہی سمجھا کرتا تھا۔

بہر حال نظر بد کی تاثیر سے انسان کا جانی اور مالی نقصان ہو سکتا ہے اور یہ اللہ کی تقدیر کے تحت ہے، ادلّہ شرعیہ میں کوئی ایسی دلیل نہیں کہ اس کے اثرات محدود چیزوں پر ہی ہوتے ہیں۔ ہمارے دور کے بعض عاملین حضرات اس سلسلے میں بہت سے نفسیاتی اور جسمانی امراض کو نظر بد کا اثر ثابت کرنے میں مبالغہ آرائی سے کام لیتے ہیں اور یہ مبالغہ تشخیص کے سلسلے میں بھی ہے اور علاج کے سلسلے میں بھی، مثلاً دم کے وقت مریض کا رونا یا بے چینی اور پریشانی کا اظہار کرنا یا بعض اعضا کا گرم یا ٹھنڈا ہونا وغیرہ وغیرہ۔

حالانکہ ایسے نفسیاتی اور جسمانی تغیّرات انسان کو دم کرنے سے پہلے ہی لاحق ہو سکتے ہیں حالانکہ وہ ابھی عامل کے کمرے میں داخل نہیں ہوا ہوتا۔ اور دم جو قرآنِ کریم کی آیات اور رسولِ کریم ﷺ کے بتائے ہوئے کلماتِ طیبات پر مشتمل ہو، وہ اللہ کی قدرتِ کاملہ اور حکمتِ بالغہ کے تحت یقین اور ایمان کے مطابق اثر رکھتا ہے اور اس کے اثر سے جذبات حرکت میں آجاتے ہیں اور وہ دل کی گہرائیوں تک اثر کرتا ہے اور غمگین اور پریشان مریض اس کے اثر سے رو بھی پڑتا ہے اور پریشان بھی ہو جاتا ہے، پھر اسے سکون اور اطمینان بلکہ آرام و سکون بھی حاصل ہو جاتا ہے، تو یہ ضروری نہیں کہ وہ نظر بد سے بیمار ہوا تھا، بلکہ کسی اور سبب سے بھی ہو سکتا ہے۔ قرآنِ کریم میں ہے:

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

﴿اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِيۡثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِىَ ۖ تَقۡشَعِرُّ مِنۡهُ جُلُوۡدُ الَّذِيۡنَ يَخۡشَوۡنَ رَبَّهُمۡ ۚ ثُمَّ تَلِيۡنُ جُلُوۡدُهُمۡ وَقُلُوۡبُهُمۡ اِلٰى ذِكۡرِ اللّٰهِ ؕ ﴾[1]

"اللہ تعالیٰ نے سب سے افضل بات نازل فرمائی ہے یعنی ایسا قرآن جس کی آیات (اختلاف الفاظ کے باوجود مضامین کے مفاہیم بیان میں) یکساں ہیں، اس کو سن کر ان لوگوں کی کھالوں پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے ربّ سے ڈرتے ہیں۔ پھر ان کے کھال اور دل اللہ کی یاد کے لیے نرم ہو جاتے ہیں۔"

اس آیتِ کریمہ سے یہ حقیقت آفتابِ نیم روز کی طرح آشکارا ہوئی کہ یقین اور ایمان کی طاقت کے مطابق کلامِ الٰہی کے اثرات انسان کے بدن اور روح پر پڑتے ہیں اور اس سے سانپوں کے ڈسے ہوئے اور بیڑیوں میں جکڑے ہوئے مسلوب العقل شفا پاتے ہیں اور یہ بات احادیثِ مبارکہ سے بھی ثابت ہے اور ہزاروں کی تعداد میں صالحین کے تجربات سے بھی ثابت ہے، بلکہ میرا اپنا بھی تجربہ ہے کہ میں نے کئی ایسے مریضوں کو دم کیا تو جن کو اللہ نے شفا بخشنا چاہی، اُنہیں فوراً شفا حاصل ہوئی۔

چند ایسے امراض جنہیں بعض لوگ 'نظرِ بد' کا نتیجہ سمجھتے ہیں

① **نفسیاتی مرض:** بعض لوگ حقیقت میں نفسیاتی مریض ہوتے ہیں، لیکن وہ اپنے نفسیاتی مریض ہونے کا اعتراف کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ اس لئے وہ نفسیاتی ہسپتالوں میں جانے اور وہاں علاج کرانے میں اپنی ہتک سمجھتے ہیں۔ اگر کوئی انہیں کہہ دے کہ تجھے کسی کی نظرِ بد لگ گئی ہے تو اس بے سروپا بات پر یقین کرکے وہ اپنے رشتہ داروں، ہم جماعتوں اور ہم پیشہ لوگوں سے لڑائی جھگڑا شروع کر دیتے ہیں، بلکہ میں نے ایک ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر کو خود دیکھا کہ وہ لوگوں سے مصافحہ کرنے سے گریز کرتا، اگر کوئی اس سے زبردستی مصافحہ کرلیتا تو وہ اپنے ہاتھوں کو بار بار صابن سے دھوتا حتیٰ کہ مجھے اس کے گھر والوں نے بتایا کہ اس کی بیٹیاں اس کے کپڑے دھوکر اور پھر اُنہیں استری کرکے کھونٹے پر لٹکا دیتیں اور پھر وہ انہیں ہاتھ لگا بیٹھتیں تو وہ ناراض ہوکر اُنہیں دوبارہ دھلواتا اور انہیں ہدایت کرتا کہ میرے استری کئے کپڑوں کو ہاتھ مت لگانا، ایسے لوگ در حقیقت سامری (قومِ موسیٰ کا سنار

1 سورۃ الزمر: ۲۳

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

جس نے سونے کا بچھڑا بنا کر اس کے گرد قوالی کروائی تھی) کی 'لامساسیّت' کے شکار ہوتے ہیں، لیکن اس مرض کا اعتراف نہیں کرتے۔

② اپنی برتری کے خاتمہ کو نظر بد کا نتیجہ قرار دینا: لوگوں میں یہ بات متعارف اور مشہور ہے کہ نظر بد اُسے لگتی ہے جو صاحبِ علم، صاحبِ مال، صاحبِ منصب (صدارت، وزارت) اور ذہین وفطین ہو اور کسی ایسے شخص کو اس کے غرور، تکبّر، ظلم وستم کے سبب زوال آتا ہے تو وہ اس وہم میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ مجھے فلاں کی نظر بد کی وجہ سے زوال آیا ہے۔

③ اتفاقی ناکامی یا کاروباری نقصان یا شادی میں رکاوٹ کو نظر بد کا نتیجہ قرار دینا۔

④ بعض عورتوں کا اپنے شوہروں کی علمی، ادبی اور کاروباری مصروفیات کو عدم توجہی کا نام دے کر نظر بد کا نتیجہ قرار دینا، چنانچہ یہ وہم اُنہیں بدکار اور فاسق وفاجر عاملوں کے پاس لے جاتا ہے اور وہ ان خوبصورت عورتوں کو خلوت میں لے جاتے ہیں اور ان سے بے حیائی کر کے اُنہیں اپنا گرویدہ بنا لیتے ہیں اور اُنہیں یہ پٹی پڑھا دیتے ہیں کہ اپنے شوہروں سے کہہ دینا کہ عامل کہتا ہے کہ اس نظر بد کے دم درود اور علاج کے لئے کئی ہفتے آنا پڑے گا اور وہ اُنہیں اس کی اجازت دے کر ہمیشہ کے لئے بیوی سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ اخبارات میں اس طرح کے واقعات تسلسل کے ساتھ شائع ہو رہے ہیں، لیکن ضعیف الاعتقاد لوگوں کی بے غیرتی پر ماتم کیجئے کہ وہ آنکھوں دیکھتے ہوئے بھی بے حیائی کی مکھیاں نگل رہے ہیں۔

جن اور مرگی کے اثرات اور مریض کو زدوکوب کرنا

امام قرطبی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿ اَلَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا کَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ﴾[1] میں اُن لوگوں کی ہفوات کا ردّ ہے جو کہتے ہیں کہ انسان کے خبطی اور دیوانہ ہونے میں جن کا کوئی کردار نہیں ہوتا بلکہ ایسا اس کی کسی طبعی بیماری کے سبب سے ہوتا ہے۔ امام ابن کثیر دمشقی فرماتے ہیں کہ سود خور قیامت کے دن اپنی قبروں سے اس طرح اُٹھیں گے جس طرح شیطان کے اثر سے مخبوط الحواس انسان لڑکھڑاتا ہوا کھڑا ہوتا ہے۔[2]

---

١ تفسیر قرطبی، سورۃ البقرۃ: ٢٧٥

٢ تفسیر ابن کثیر، سورۃ البقرۃ: ٢٧٥

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

اس آیت نے یہ تو ثابت کر دیا ہے کہ شیطان انسان کو جسمانی نقصان پہنچاتا ہے اور اسے مخبوط الحواس بنا دیتا ہے اور انسان دیوانوں کی طرح بے تکی باتیں اور حرکتیں کرنے لگتا ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ خبط اور مرگی صرف شیطان کے چھونے سے ہی ہوتی ہے۔ امام بخاری اپنی صحیح میں یہ عنوان (اس شخص کی فضیلت جو رِیح کی وجہ سے لڑکھڑاتا ہوا گر جاتا اور بے ہوش ہو جاتا ہے) قائم کر کے اس سیاہ فام عورت کا قصّہ بیان کرتے ہیں

> جو حضرت نبی کریم ﷺ کے پاس آئی اور درخواست کرنے لگی کہ اے اللہ کے پیارے رسول ﷺ! میں بے ہوش ہو کر گر پڑتی ہوں اور بے پردہ ہو جاتی ہوں، لہٰذا میرے لئے اللہ سے دعا کیجیے، آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تو صبر کرے تو تیرے لیے جنت ہے اگر تو چاہے میں دعا کر دیتا ہوں۔ اس نے کہا: میں صبر کرتی ہوں، البتہ یہ دعا ضرور کریں کہ میں بے پردہ نہ ہوں، تو آپ ﷺ نے دعا فرما دی۔[1]

امام ابن حجر عسقلانی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ بسا اوقات ہوا کا بدن کے کسی حصے میں رُک جانا بھی مرگی کا سبب بن جاتا ہے۔ اور وہ اعضاے رئیسہ کو اپنے افعال مکمل طور پر سرانجام دینے سے روک دیتا ہے اور بسا اوقات اس سے اعضاے انسانی میں تشنج ہو جاتا ہے اور انسان اپنے پاؤں پر کھڑا نہیں ہو سکتا بلکہ وہ گر پڑتا ہے اور گاڑھی رطوبات کی وجہ سے اس کے منہ سے جھاگ بہنے لگتا ہے۔[2]

دماغ اور اعصاب کی بیماریوں پر جدید طبّی تحقیقات نے مرگی کے بہت سے اسباب بھی دریافت کر لیے ہیں۔ ان میں سے ایک سبب دماغ کی برقی رو کا درہم برہم ہونا بھی ہے اور دماغی نظام کی خرابی، اعضاے بدن پر بھی اثر انداز ہوتی ہے، چنانچہ اب اس مرض کا تدارک کرنے کے لئے ایسی اَدویات بھی تیار ہو چکی ہیں جو باذن اللہ شفا کا مؤثر ذریعہ ہیں۔

امام ابن قیم فرماتے ہیں کہ مرگی کی دو قسمیں ہیں:

> ایک تو خبیث زمینی اَرواح (شیاطین) کے اثر سے ہوتی ہے۔ اور دوسری خراب خلطوں (مثلاً صفرا، بلغم، خون، سوداء) کی وجہ سے ہوتی ہے، طبیب حضرات اس دوسری قسم کی تشخیص کر کے اس کا علاج کرتے ہیں اور خبیث اَرواح کے سپیشلسٹ اور عقلا ان کے

١ صحیح بخاری: ۵۶۵۲

٢ فتح الباری: ۱۰/ ۱۱۴

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

اثرات کو مانتے ہیں اور اس کا دفاع نہیں کرتے۔[1]

دیارِ سعودیہ کے مفتی اعظم شیخ عبد العزیز بن باز سے پوچھا گیا کہ بعض عاملین اپنے گمان میں خبطی شخص سے جن کو بھگانے کے لئے اُسے باندھ کر اس کا گلا دبا کر زدو کوب کرتے ہیں... کیا ایسا کرنا جائز ہے؟ اُنہوں نے جواب دیا کہ بعض عامل ایسا کرتے ہیں، لیکن در حقیقت ایسا نہیں کرنا چاہیے کیونکہ ایسا کرنے سے بسا اوقات مریض پر ظلم ہوتا اور اسے بلا وجہ تکلیف پہنچتی ہے۔ اور امام ابن تیمیہ جیسے بعض ائمہ سے ایسے مخبوط الحواس کو مارنا محل نظر ہے، کیونکہ ایسا کرنے سے مصروع مریض مر بھی سکتا ہے۔ اس سلسلے میں مشروع اور معروف طریقہ یہی ہے کہ آیات اور ادعیہ مسنونہ پڑھ کر دم کر دیا جائے۔ رسول کریم ﷺ اور آپؐ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فقط اتنا ہی کرتے تھے اور اُن کے پہاڑوں جیسے وزنی یقین اور ایمان کی بدولت مصروع (مرگی کا مریض) مریض شفایاب ہو جاتے تھے۔[2]

یہاں ایک لطیفہ درج کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ بصیر پور ضلع اوکاڑا کے علاقہ میں ایک عورت کو ایک عامل کے پاس اُس سے جن کو بھگانے کے لئے لایا گیا تو اس عامل نے چھری سے زمین پر چاروں طرف دائرہ لگا کر چھری زمین میں گھونپ دی اور اپنے عملیات پڑھتے ہی بھولی بھالی عورت کے منہ پر زور دار تھپڑ رسید کر کے پوچھا: بتا تو کون ہے اور کہاں سے آیا ہے؟ اس پر وہ عورت رو رو کر اپنی مادری پنجابی زبان میں بولی کہ جی میں پھلّاں تولی دی پاولیانی آں (میں قریبی گاؤں پھلاں تولی کی جولاہی ہوں) یہ سن کر وہ عامل شرمندہ ہوا اور کہا کہ اسے کسی ڈاکٹر کے پاس لے جاؤ۔ یہ تو بے چاری کسی بیماری کی وجہ سے مخبوط الحواس ہو جاتی ہے۔

غرض مصروع کو مار کر یا اس کو کڑی لگا کر اس کا علاج کرنا درست نہیں خصوصاً ان عورتوں کو جو ہسٹریا (اختناق الرحم) کے مرض کی وجہ سے اعصابی اور نفسیاتی تناؤ کا شکار ہو جاتی ہیں اور وہ اس حالت میں احساس کی تمام انواع مثلاً سردی، گرمی، زدو کوب کی چوٹوں کا درد محسوس نہیں کرتیں اور بعض مریض خواتین تو اپنے کپڑے پھاڑ اور اپنا بدن نوچ کر زخمی کر لیتی ہیں اور عامل یہ سمجھتا ہے کہ اسے جن کا سایہ ہے۔ حالانکہ ایسی مریضہ ایک سکون آور انجکشن سے چند منٹوں میں ٹھیک ہو جاتی ہے اور ایسا میرے سامنے ہوا کہ میں نے ایک ایسی مریضہ کو دم کیا، اسے افاقہ نہ ہوا تو دوسرے بدعتی عامل نے اسے مارنا شروع کر دیا، وہ مارنے سے بھی ٹھیک نہ ہوئی تو ہمارے دوست ڈاکٹر سلیم صاحب نے اسے انجکشن لگایا تو وہ تندرست ہو گئی۔

---

۱ زاد المعاد: ۴/۶۶، مکتبۃ المنار، کویت

۲ مجلۃ الدعوۃ... ماہ محرم ۱۴۱۷ھ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

مولانا محمد یوسف انور[1]

ختم نبوت کی تحریکیں... آغاز واختتام!

علماے اہل حدیث کا سر فہرست کردار

ہر سال ۷؍ستمبر کا دن جب آتا ہے تو ۱۹۷۴ء کے اس روز کے قومی اسمبلی کے فیصلے جس کے مطابق قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا تھا کی مناسبت سے اخبارات و جرائد میں بعض حضرات اس کی تفصیلات قلم بند کرتے ہیں لیکن تعصّب کی بنا پر محض ایک مکتبِ فکر کی خدمات کو تحریر میں لاتے ہیں، جبکہ ۷؍ستمبر کی تحریکِ ختم نبوت اور اس سے قبل ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت ہی نہیں بلکہ جب سے مرزا غلام احمد قادیانی نے دعویٰ نبوت کیا، اسی روزِ اوّل سے اس فتنہ کی سرکوبی کے لیے علماے اہل حدیث میدانِ عمل میں آگئے تھے۔ چنانچہ

① آغا شورش کاشمیری نے اپنی زندگی کی آخری تصنیف 'تحریکِ ختم نبوت' میں لکھا ہے:

"مولانا محمد حسین بٹالوی وہ پہلے اہل حدیث عالم دین تھے جو قادیانیت کے خلاف میدان میں کودے اور مرزا کو مناظرہ کا چیلنج دیا جو وعدے مواعید کرتا اور تاریخوں پر تاریخیں دیتا رہا لیکن مدِ مقابل آنے سے گریز کرتا رہا۔ بالآخر مولانا محمد حسین اپنے اُستاذِ گرامی قدر میاں نذیر حسین دہلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مرزا کے کفر پر اُن سے فتویٰ لیا، پھر تمام مکاتبِ فکر کے ممتاز علما کے پاس جاکر دو صد سے زائد علماے عظام کے اس پر دستخط ثبت کرائے۔"[2]

② سیرت النبی ﷺ پر شہرہ آفاق تصنیف 'رحمۃ للعالمین' کے مصنّف قاضی محمد سلیمان منصور پوری نے مرزا غلام احمد قادیانی کی تردید و تکفیر پر ۱۸۹۲ء میں 'غایت المرام' اور 'تائید الاسلام' لکھیں، اس وقت قاضی صاحب کی عمر ۲۵ سال تھی اور وہ سبھی علما

1 نائب امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان

2 'تحریک ختم نبوت' از شورش کاشمیری: ص ۴۰، مطبوعاتِ چٹان، لاہور

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

سے کم عمر تھے، مرزا غلام احمد اُن کی کتابوں کا جواب نہ دے سکا۔

③ مولانا حافظ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی نے مرزا کے دعویٰ مسیح موعود کے ابطال پر ۱۹۰۴ء میں مرزا کی زندگی میں 'شہادت القرآن' لکھی جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفعِ آسمانی کے دلائل دیے گئے لیکن مرزا اِس کا بھی جواب نہ دے سکا جب کہ وہ اس کتاب کی اشاعت کے چار سال بعد تک زندہ رہا۔

④ حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری نے مرزا غلام احمد کے کہنے پر جنوری ۱۹۰۳ء میں قادیان جا کر اُسے للکارا لیکن اسے سامنے آنے کی اور گفتگو کرنے کی جرأت نہ ہو سکی جس پر تمام مکاتبِ فکر نے مولانا امرتسری کو فاتح قادیان قرار دیا گیا۔ مولانا امرتسری نے جہاں ہر محاذ پر اسلام کا دفاع کیا اور ہر اُسلوب اور ہر رنگ میں مخالفین کو شکست دی، وہاں اُنہوں نے قادیانیت کا بھی ایک تسلسل کے ساتھ مقابلہ کیا۔ بالآخر مرزا غلام احمد نے ۵/ اپریل ۱۹۰۷ء کو ایک اشتہار شائع کیا جس کا عنوان تھا ' مولانا ثناء اللہ کے ساتھ آخری فیصلہ 'جس میں اس نے دیگر باتوں کے علاوہ گھبراتے ہوئے یہ بھی لکھ دیا کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مر جائے، دنیا نے دیکھا کہ اس اشتہار کے گیارہ ماہ بعد ۲۶/ مئی ۱۹۰۸ء کو احمدیہ بلڈنگ برانڈرتھ روڈ لاہور میں مرزا ہیضے کی بیماری میں مبتلا ہو کر بیت الخلا میں مرا، چاہیے تو یہ تھا کہ اگر مرزا سچا تھا تو اسلامی احکامات کے مطابق اسی بیت الخلا میں اسے دفن کیا جاتا لیکن مرزائیوں نے اپنے 'نبی' کو قادیان میں دفن کرنے کا فیصلہ کیا۔

⑤ مولانا محمد حنیف ندوی پہلے اہل حدیث عالم دین ہیں جنہوں نے ہفت روزہ 'الاعتصام' لاہور کے ۱۹۴۹ء اور ۱۹۵۰ء کے شماروں میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کیا جس کی وجہ یہ تھی کہ انگریز کے آلہ کار مرزائی طبقہ آئے دن ریشہ دوانیوں اور سازشوں کے ذریعے حکومتیں تبدیل کرتا اور اسلام کے نام پر وجود میں آنے والی نوزائیدہ مملکت پاکستان کو غیر مستحکم کرنے میں لگا ہوا تھا۔ اس سلسلہ میں وزیر خارجہ ظفر اللہ خان کے گمراہ کن بیانات موجود ہیں۔ انہی دنوں چنیوٹ کے قریب مرزائی بستی ربوہ کی آباد کاری کیلئے سینکڑوں ایکڑ اراضی مختص کی گئی۔ یہی وہ پس منظر تھا کہ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت شروع ہوئی جس میں اہل حدیث علمائے کرام پیش پیش تھے۔

⑥ مرکزی مجلس عمل ختم نبوت کے سیکرٹری جنرل مولانا سید محمد داود غزنوی تھے، مولانا

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

محمد اسماعیل سلفی ، مولانا عبد الرحمٰن آزاد، مولانا محمد عطاء اللہ حنیف، مولانا محمد حنیف ندوی، مولانا معین الدین لکھوی، مولانا حافظ محمد عبد اللہ روپڑی، مولانا محمد رفیق پسروری، مولانا محمد صدیق فیصل آبادی، روپڑی برادران حافظ محمد اسماعیل و حافظ عبد القادر، مولانا عبد اللہ گورداسپوری، مولانا حافظ محمد احمد پٹوی جڑانوالہ، مولانا محمد عبد اللہ ثانی، مولانا علی محمد صمصام رحمۃ اللہ علیہم یہ سب علماے عالی قدر اس تحریک کی اگلی صفوں میں تھے۔ کراچی میں علامہ محمد یوسف کلکتوی، قاری عبد الخالق رحمانی رحمۃ اللہ علیہم نے سندھ بھر میں تحریکی جذبہ سے کام کیا اور ان حضرات میں قریباً سبھی نے قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں۔

⑦ ان سطور کا راقم بھی فیصل آباد میں نو عمری کے باوجود مولانا احمد دین گکھڑوی اور اپنے والد مرحوم کے ہمراہ کئی روز ڈسٹرکٹ جیل میں رہا۔ مولانا عبد المجید سوہدری نے اپنے ہفت روزہ 'اہل حدیث' میں تحریراً اور چیلنجوں میں تقریراً خوب کام کیا۔

اس تحریک ۱۹۵۳ء کے بارے میں بعض کالم نگار مولانا مودودی اور مولانا عبد الستار نیازی کو سزائے موت دیے جانے کا تذکرہ بڑے زور وشور سے کرتے ہیں جس کی حقیقت یہ ہے کہ مولانا مودودی نے ایک چند صفحات پر مشتمل پمفلٹ 'قادیانی مسئلہ' کے نام سے شائع کیا جس میں ادھر ادھر سے لے لے کر مرزا کی کتابوں کی حوالے دیے گئے تھے لیکن مولانا مودودی اپنے پاس مرزا غلام احمد کی کتابیں نہ ہونے کی وجہ سے عدالت میں اُنہیں ثابت نہ کرسکے جس کی پاداش میں اُنہیں سزاے موت سنائی گئی جسے بعد میں چند ماہ کی قید میں بدل دیا گیا۔ مولانا عبد الستار نیازی مسجد وزیر خان لاہور میں تقریر کر کے چھپتے ہوئے نکلے اور داڑھی منڈوا کر ایک دیگ میں بیٹھ کر کہیں مضافات میں نکل جانے کے لیے بیل گاڑی پر سوار ہوگئے لیکن راستے میں پکڑ لیے گئے، ان کی دونوں تصویریں داڑھی کے ساتھ اور بغیر داڑھی کے ساتھ 'پاکستان ٹائمز' کے صفحہ اوّل پر شائع ہوئیں جس سے تحریک کو شدید دھچکا لگا، اسی بنا پر اُنہیں بھی سزائے موت ہوئی جسے قید میں بدل دیا گیا۔ لیکن اَب مولانا نیازی کو بطور مجاہد ختم نبوت اور بڑے بڑے القاب سے یاد کیا جاتا ہے، جب کہ وہ اپنے موقف کو دلائل سے بروقت ثابت نہ کرسکے۔

⑧ یہ بھی تاریخی حقیقت ہے کہ جب جسٹس منیر پر مشتمل عدالت قائم کی گئی اور مجلس

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

عمل نے جناب حسین شہید سہروردی کو وکیل مقرر کیا تو وہ جسٹس منیر کے سوالوں کی تاب نہ لا سکے اور وکالت سے انکار کر دیا۔ عدالت کا موقف تھا کہ قادیانی بھی مسلمانوں کے دوسرے فرقوں کی طرح ایک فرقہ ہے لیکن سہروردی کے وکالت چھوڑ جانے پر یہ کیس مولانا غزنوی نے خوب لڑا اور کیس کی پیروی کرتے ہوئے کئی روز تک عدالت جاتے رہے اور دلائل سے ثابت کیا کہ قادیانی طبقہ گمراہ اور کفریہ عقائد رکھتا ہے جس کا اسلام اور مسلمانوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ آج بھی بازار سے 'منیر انکوائری رپورٹ' کی صورت میں کتابی شکل میں بازار سے یہ روداد مہیا ہو سکتی ہے۔

⑨ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت کا آغاز فیصل آباد سے ہوا تھا جب کہ ۲۹ مئی ۱۹۷۴ء کو چناب نگر (ربوہ) کا سانحہ پیش آیا۔ شریف میڈیکل کالج ملتان کے طلبہ جناح ایکسپریس پر تفریحی ٹور پر جارہے تھے۔ ربوہ اسٹیشن پر گاڑی آنے پر طلبہ نے ختم نبوت زندہ باد کے نعرے لگائے تو مرزائیوں نے پتھراؤ اور شدید خشت باری سے ان طلبہ کو زخمی اور لہولہان کر دیا، فیصل آباد اطلاع ہونے پر جب گاڑی ریلوے اسٹیشن فیصل آباد پہنچی تو علماے شہر مفتی زین العابدین، مولانا تاج محمود، مولانا عبد الرحیم اشرف، مولانا محمد صدیق، مولانا محمد اسحاق چیمہ، مولانا عبد اللہ اصرار، مولانا محمد شریف اشرف اور ان سطور کا راقم اسٹیشن پر موجود تھے، ہم نے ان طلبہ کی ڈاکٹروں سے مرہم پٹی کروائی اور ملتان روانہ کر دیا۔ یہ تمام علما چوک گھنٹہ گھر آئے اور بھرپور پریس کانفرنس کی جس میں شہریوں کی بڑی تعداد بھی موجود تھی۔ اس دل گداز سانحہ کا ذکر کیا گیا اور اگلے روز ہڑتال کا اعلان کیا گیا۔ دوسرے روز شہر بھر میں بلکہ دور دراز کے محلوں اور مضافاتی علاقوں میں مکمل ہڑتال کی گئی۔ تیسرے روز راولپنڈی میں مولانا غلام اللہ خان نے فیصل آباد کے علما کے مشورہ سے ملک بھر کے چیدہ چیدہ تمام مکاتبِ فکر کے علما کا اجلاس منعقد کیا۔ راولپنڈی جاتے ہوئے راستہ میں مفتی زین العابدین، مولانا تاج محمود، مولانا عبد الرحیم اشرف اور مولانا محمد اسحاق چیمہ کو گرفتار کر لیا گیا، مگر مولانا محمد صدیق، مولانا محمد شریف اشرف اور راقم الحروف راولپنڈی پہنچ گئے۔ مولانا غلام اللہ خاں کی مسجد راجہ بازار میں کراچی سے پشاور تک کے ممتاز علما کے اس نمائندہ اجلاس میں سانحہ ربوہ کی پرزور مذمت کی گئی اور قادیانیوں کے خلاف زور دار تحریک چلانے کا پروگرام ترتیب دیا گیا جس کے صدر مولانا محمد یوسف بنوری کو اور

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

رضوی کو اور سیکرٹری مالیات میاں فضل حق کو بنایا گیا۔ اس کے اگلے روز ملک بھر میں ہڑتال اور جلسے جلوسوں کا لائحۂ عمل تشکیل پایا۔ ہر ضلع میں مجلس عمل قائم کرنے کی تجویز طے پائی۔ فیصل آباد میں میاں طفیل احمد ضیا (جماعت اسلامی) صدر اور ان سطور کا راقم جنرل سیکرٹری بنائے گئے۔ مولانا صفدر رضوی، مولانا محمد اشرف ہمدانی اور مولانا اللہ وسایا نائب صدر مقرر ہوئے۔ فیصل آباد میں روزانہ عشا کی نماز کے بعد کسی بڑی مسجد میں عظیم الشان جلسہ منعقد ہوتا جس کی صدارت اکثر صاحبزادہ فضل رسول کرتے۔ علما میں سے مقررین کی زیادہ تعداد اہل حدیث علما پر مشتمل ہوتی جن میں مولانا محمد شریف اشرف، مولانا محمد رفیق مدن پوری، مولانا محمد طیب معاذ اور ان سطور کا راقم شرکت کرتے۔ ہمارے شہر کے اکابر علما مرکزی مجلس عمل میں شرکت کرتے، جلسوں کے ساتھ ساتھ روزانہ کچہری بازار کی جامع مسجد سے عصر کی نماز کے بعد جلوس نکلتا جو گھنٹہ گھر کا چکر لگا کر کچہری بازار سے گول بازار کے چوک میں آکر اختتام پذیر ہوتا۔ علما اس جلوس کی قیادت کرتے اور تقریریں بھی کرتے۔ فیصل آباد میں ملک کے دوسرے شہروں کی نسبت تحریک زور دار طریقے سے چلائی گئی۔ لاہور میں روزانہ مسجد شہدا مال روڈ سے علامہ احسان الٰہی ظہیر اور حافظ عبد القادر روپڑی کی قیادت میں جلوس نکلتا۔

جون، جولائی اور اگست کے گرم موسم میں یہ گرم تحریک جاری رہی جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے فیصل آباد اور دوسرے شہروں میں تحریک چلانیوالے اور سرگرم علما زیادہ اہلحدیث ہی تھے۔

(۱۰) وزیر اعظم مسٹر ذوالفقار علی بھٹو نے اس زبردست عوامی تحریک سے متاثر ہو کر قادیانی گروہ کے سربراہ مرزا ناصر احمد کو قومی اسمبلی میں آکر اپنا موقف وعقیدہ پیش کرنے اور سوالات وجرح کا جواب دینے کے لیے بلایا۔ اگست کے وسط میں قریباً گیارہ روز تک مرزا ناصر احمد پر اسمبلی کے ممبران جرح کرتے رہے، ان ممبران میں مولانا مفتی محمود اور مولانا شاہ احمد نورانی خاص طور پر قابل ذکر ہیں جو جامع مسجد اہل حدیث راولپنڈی میں مولانا محمد اسماعیل ذبیح اور مولانا حافظ محمد ابراہیم کمیر پوری کے پاس آکر تیاری کرتے کیونکہ مرزا غلام احمد کی کتب انہی علمائے اہل حدیث کے پاس تھیں۔ ایک دن مفتی محمود نے مرزا ناصر سے کہا کہ مرزا غلام احمد کے سامنے ان کی مدح وستائش میں اکمل نامی شاعر نے ایک قصیدہ پڑھا جس میں یہ اشعار تھے:

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

محمد پھر اتر آئے ہیں قادیان میں　　جو پہلے سے بڑھ کر ہیں اپنی شان میں
محمد جس نے دیکھنے ہوں اکمل　　وہ غلام احمد کو دیکھے قادیان میں

مفتی محمود نے کہا کہ یہ قصیدہ اخبار 'الفضل' کے صفحہ اوّل پر شائع ہوا تھا اور مرزا غلام احمد نے اسے سراہا تھا، مرزا ناصر احمد نے جواب دیا کہ یہ سراسر جھوٹ ہے کیونکہ 'الفضل' کا اجرا پاکستان بننے کے بعد ہوا تھا۔ اس پر مفتی محمود لاجواب اور پریشان ہوئے۔ جب اُنہوں نے اسمبلی سیشن سے واپس آکر مولانا حافظ محمد ابراہیم کمیرپوری سے اس کا اظہار کیا تو انہوں نے کہا کہ مرزا ناصر صحیح کہتا ہے کہ 'الفضل' کا اجرا تقسیم ملک کے بعد ہی ہوا تھا لیکن تقسیم ملک سے قبل قادیان سے ہفت روزہ 'البدر' شائع ہوتا تھا جس کے صفحہ اوّل پر یہ قصیدہ اشاعت پذیر ہوا تھا۔ حافظ صاحب نے وہ پرانا اور بوسیدہ رسالہ نکالا اور مفتی صاحب کے حوالے کیا، اگلے روز جب مفتی محمود صاحب نے یہ رسالہ ممبران اسمبلی اور مرزا ناصر احمد کو دکھایا اور یہ رباعی بھی اس میں سے پڑھ کر سنائی تو مرزا ناصر احمد کے طوطے اُڑ گئے، وہ شدید مضطرب اور شرم سار ہوا، مسٹر بھٹو سمیت دیگر ممبران اسمبلی نے مرزا ناصر کو بے نقط سنائیں اور کہا کہ ایک نام نہاد مذہبی گروہ کے سربراہ کو یہ سفید جھوٹ زیب نہیں دیتا تھا۔ اب یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ مرزا غلام احمد اپنے دعاوی میں جھوٹا ہے اور اس کی جماعت کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اسی طرح کے مزید حوالہ جات سے مرزا ناصر کے جھوٹ کا پول پوری طرح سامنے آیا، نتیجتاً قومی اسمبلی نے ۷/ستمبر ۱۹۷۴ء کو ایک تاریخی اور متفقہ قرارداد کے ذریعے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔

الغرض مرزا غلام احمد کے کفریہ دعووں سے لے کر تقسیم ملک سے قبل اور بعد کی ختم نبوت کی تحریکوں کے روحِ رواں، اُن کا آغاز کرنے والے اور ان کے اختتام تک بلکہ قادیانیت کو منطقی انجام تک پہنچانے تک علماے اہل حدیث کا کردار اور تگ و تاز سرفہرست رہی جس کا مختصر تذکرہ سطور بالا میں کیا گیا ہے وگرنہ بقول شاعر

ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہے　　سفینہ چاہیے اس بحر بیکراں کے لیے

لیکن کیا کیا جائے تعصّب سے آلودہ عناصر کا، جو ملمّع سازی کے ذریعے اصل حقائق سے اِغماض برتتے ہیں.... بقول شاعر

نیرنگی سیاستِ دوراں تو دیکھیے　　منزل انہیں ملی جو شریکِ سفر نہ تھے!

magazine.mohaddis.com

ڈاکٹر ابو جابر عبد اللہ دامانوی

علامہ حافظ محمد زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ

میرے شیخ و محسن، مربی، فضیلۃ الاستاذ اور علم حدیث کے ممتاز ماہر، فن اسماء الرجال کے شہ سوار علامہ حافظ محمد زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔

مٹے ناموں کے نشاں کیسے کیسے　　　زمین کھا گئی آسمان کیسے کیسے!!

بروز اتوار، ۵ محرم الحرام ۱۴۳۵ھ/ ۱۰ نومبر ۲۰۱۳ء، ساڑھے نو بجے میرے بیٹے جابر نے مجھے داماں (ضلع خٹک) سے فون کیا کہ محترم شیخ حافظ زبیر علی زئی وفات پا گئے ہیں۔ إنا لله وإنا إليه راجعون، اللهُمَّ أْجُرْني في مصيبتي واخْلُفْ لي خَيرًا مِنْها

''ہم سب اللہ کے ہیں اور ہم نے اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے اور اے اللہ! تو اس مصیبت میں مجھے اجر عطا فرما اور اُس کا نعم البدل عطا فرما۔''

یہ خبر مجھے ریل گاڑی میں اس وقت ملی جب میں شیخ صاحب کی عیادت کر کے کراچی واپس آ رہا تھا۔ اس خبر نے مجھے ہلا کر رکھ دیا اور آنکھوں سے آنسو چھلکنے لگے۔ والدین کی وفات پر بھی غم واَلم ایک فطری بات ہے لیکن محترم شیخ کے بچھڑنے کا جو غم تھا، وہ لفظوں میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ موصوف کے دنیا سے رحلت کے بعد ایسا لگا جیسے ہم یتیم ہو گئے۔ علم دعرفان اور عمل کا یہ آفتاب بہت جلد غروب ہو گیا تھا، حالانکہ ابھی ہم نے اُن سے بہت کچھ حاصل کرنا تھا۔ شیخ صاحب ہمارا بہت بڑا سرمایہ تھے اور ہم گھر بیٹھے ہی اُن سے علم کے موتی وجواہرات حاصل کر لیا کرتے تھے۔ افسوس اب وہ ہمارا سہارا ختم ہو گیا اور معلومات حاصل کرنے کا وہ عظیم الشان دروازہ بند ہو گیا۔

علمائے کرام کا اس طرح دنیا سے اُٹھ جانا ہمارا بہت بڑا نقصان ہے کہ جس کی تلافی ممکن نہیں ہے۔ قیامت کی علامات میں سے ایک بڑی علامت یہ بھی ہے کہ علم اور علمائے کرام دنیا

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

سے اُٹھتے جائیں گے۔ سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

«إِنَّ اللهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنْ الْعِبَادِ وَلَكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ حَتَّى إِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُءُوسًا جُهَّالًا فَسُئِلُوا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا»[1]

"اللہ تعالیٰ علم کو اس طرح نہیں اٹھائے گا کہ اس کو بندوں سے چھین لے بلکہ وہ علم کو اس طرح اُٹھائے گا کہ (حق پرست) علما کو اُٹھالے گا۔ حتیٰ کہ جب کوئی عالم باقی نہیں رہے گا تو لوگ جاہلوں (جاہل مولویوں) کو اپنا بڑا (راہبر و راہنما) بنالیں گے۔ تو لوگ ان سے (دینی معاملات میں) سوالات کریں گے اور وہ بغیر علم کے (اپنی رائے) سے جواب دیں گے۔ اس طرح وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔"

بچھڑا کچھ اِس ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی　　　　اِک شخص پورے شہر کو ویران کر گیا

ع　اب ڈھونڈ اُنہیں چراغِ رخِ زیبا لے کر!!

... محترم شیخ صاحب کی عادت تھی کہ وہ رمضان المبارک کے روزے رکھنے کے لیے اپنے دستِ راست حافظ شیر محمد کے علاقہ دیر میں جایا کرتے تھے کیونکہ وہ ٹھنڈا علاقہ تھا لیکن گزشتہ رمضان میں شیخ صاحب وہاں بیمار ہو گئے تو اُنہیں اپنے پیر داد حضرو واپس آنا پڑا اور اس دوران علاج معالجہ سے شیخ صاحب کی طبیعت سنبھلنے لگی۔ میں ۱۵ روزہ تبلیغی دورہ میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ فیصل آباد، مرکز ادارۃ الاصلاح بھائی پھیرو، حافظ آباد، لاہور وغیرہ کا دورہ کر کے اپنے آبائی گاؤں داماں بتاریخ ۱۰ ستمبر ۲۰۱۳ء کو پہنچا تھا۔ دوسرے دن میں نے موبائل پر شیخ صاحب سے گفتگو کی اور اُن کو بتایا کہ میں آج آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہوں۔ شیخ محترم نے مجھے بتایا کہ میں اس وقت سرگودھا میں ہوں اور میرا قیام وہاں ۲۰ دن تک رہے گا۔ میرا قیام چونکہ ایک ہفتہ تک کا تھا، پھر مجھے کراچی واپس آنا تھا لہٰذا شیخ صاحب سے ملاقات کی آرزو لیے

۱　صحیح بخاری: ۷۳۰۷

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

کراچی روانہ ہو گیا۔

جب ہم کراچی سے تھوڑے فاصلے پر تھے تو مجھے ایک میسج آیا جس نے مجھے سخت پریشان کر دیا۔ اس میسج میں تھا کہ شیخ صاحب پر فالج کا اٹیک ہو گیا ہے اور اُنہیں سرگودھا کے ہسپتال میں داخل کرا دیا گیا ہے۔ اس خبر سے مجھے سخت دھچکا لگا اور ہم نے شیخ صاحب کے لیے دعائیں مانگنا شروع کر دیں۔ بعد میں معلوم ہوا کہ شیخ صاحب کو اسلام آباد کے 'الشفا ہسپتال' میں منتقل کر دیا گیا ہے اور وہاں اُن کے دو آپریشن بھی ہوئے۔ اس دوران ملک کے طول و عرض میں دعاؤں کا سلسلہ جاری و ساری ہو گیا۔ خطباتِ جمعہ اور نمازوں میں بھی دعائیں ہوتی رہیں۔ میرا دل بے تاب تھا کہ کب شیخ صاحب سے ملاقات ہو گی؟

چنانچہ میں ۳۱ اکتوبر ۲۰۱۳ء کو خیبر میل کے ذریعے راولپنڈی پہنچ گیا اور وہاں سے اسلامک ریسرچ کونسل سنٹر میں کچھ دیر قیام کیا، پھر حافظ شیر محمد صاحب کے ذریعے جنرل ہسپتال راولپنڈی پہنچا اور اس وقت شیخ صاحب آئی سی یو میں داخل تھے اور اُنہیں نلکیاں لگی ہوئی تھی اور وہ بے ہوش تھے۔ اگرچہ شیخ صاحب کی آنکھیں کھلی ہوئی تھی لیکن ہوش و حواس میں نہ تھے۔ میں نے شیخ صاحب سے بات کرنے کی کوشش کی اور اُنہیں چھوا، آواز دی لیکن بے سود پھر اُنہیں دم کرنے لگا۔ اس سلسلہ میں سنن ابو داؤد کی ایک روایت بھی میرے پیش نظر تھی جس میں آتا ہے کہ اگر ان کلمات کو مریض کے سرہانے پڑھا جائے تو اللہ تعالیٰ اس مریض کو ضرور شفا دیتا ہے، سوائے موت کے (کہ موت کو کوئی نہیں روک سکتا) وہ کلمات یہ ہیں:

«اسـأل الله العظيم رب العرش العظيم أن يشفيك»

"میں اللہ عظیم سے سوال کرتا ہوں جو عرشِ عظیم کا ربّ ہے کہ وہ آپ کو شفا عطا فرمائے۔"

رات کو میں دوبارہ شیخ صاحب کے پاس آیا اور اُن کا دیدار کرتا رہا اور اس اُمید پر اُنہیں دوبارہ دم کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت و تندرستی عطا فرمائے۔ اور یہ دعا بھی کرتا رہا کہ اے اللہ! ہمارے شیخ کو صحت و تندرسی عطا فرما دے۔ اے اللہ! شیخ ہمارے لیے بہت بڑا سہارا ہیں، ان کی رہنمائی کے بغیر ہم بالکل بے سہارا ہو جائیں گے۔ اے اللہ! ان کو جلد صحت و عافیت عطا فرما۔

magazine.mohaddis.com

شیخ صاحب کے اُستاد، استاذ العلما شیخ محترم حافظ عبد المنان نور پوری رحمۃ اللہ علیہ پر بھی اسی طرح فالج کا اٹیک ہوا تھا اور وہ بھی کئی دنوں تک شیخ زید ہسپتال کے آئی سی یو میں داخل تھے اور بے ہوش تھے اور اُن کو بھی اسی طرح نلکیاں لگی ہوئی تھیں۔ یہ عجب اتفاق ہے کہ یہ دونوں علما جو آپس میں اُستاد و شاگرد کے رشتہ میں منسلک تھے، ایک ہی طرح کی بیماری میں مبتلا ہو کر خالق حقیقی سے جا ملے۔

دوسرے دن میں حافظ شیر محمد صاحب کے ہمراہ پیر داد حضرو پہنچا، جو شیخ صاحب کا آبائی گاؤں ہے۔ وہاں شیخ صاحب کے والد محترم مجدد خان صاحب سے ملاقات ہوئی۔ اُن کی عمر اس وقت ۱۰۰ سے تجاوز کر چکی ہے۔ حافظ شیر محمد صاحب نے مجھے خطبہ جمعہ کا کہا۔ چنانچہ میں نے وہاں خطبہ جمعہ دیا اور وہاں آئے ہوئے دوستوں سے ملاقاتیں بھی کیں۔ شیخ صاحب کے لیے خطبہ جمعہ اور نمازِ جمعہ میں قنوتِ نازلہ میں بھی دعائیں کی گئیں۔ اس کے بعد میں اپنے گاؤں چلا گیا اور بدھ کے دن دوبارہ شیخ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا، محترم شیخ صاحب بدستور بے ہوش تھے۔ لگتا تھا کہ وادی چھچھو کا یہ شیر گہری نیند سو چکا ہے۔ میں نے پہلے کی طرح دم و دعا کا سلسلہ جاری رکھا۔ کچھ دیر بعد معلوم ہوا کہ سرگودھا سے مولانا سید محمد سبطین شاہ نقوی حفظہ اللہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ تشریف لا رہے ہیں۔ چنانچہ ان علمائے کرام سے بھی ملاقاتیں ہوئیں۔ دوسرے دن بروز جمعرات میں گوجرانوالہ روانہ ہو گیا، جہاں مجھے مولانا صفدر عثمانی حفظہ اللہ کی مسجد میں جمعہ پڑھانا تھا۔ جمعہ کی رات کو بعد نمازِ عشا فضیلۃ الشیخ محترم ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ کا خطاب تھا۔ شیخ صاحب کے خطاب سے پہلے میں نے عذابِ قبر کے موضوع پر مختصر بیان کیا۔ شیخ موصوف نے رافضیت پر اپنا علمی مقالہ پیش کیا۔ نمازِ جمعہ کے بعد میں لاہور روانہ ہو گیا اور رات کو مولانا ارشد کمال کے ہاں قیام کیا۔ اُنہوں نے بروز ہفتہ ۹ نومبر کا ٹکٹ لے رکھا تھا چنانچہ بروز ہفتہ میں کراچی روانہ ہو گیا۔

دوسرے دن مجھے تقریباً ساڑھے نو بجے یہ خبر ملی کہ کہ محترم شیخ وفات پا گئے ہیں۔ میں ۱۱ بجے اپنے گھر پہنچا اور ہوائی جہاز کا ٹکٹ حاصل کرنے کے لیے معلومات حاصل کیں۔ لیکن اتوار کی وجہ سے تمام ٹکٹ بک ہو چکے تھے۔ میں افسوس ہی کرتا رہ گیا کہ کاش میں وہیں ہوتا اور شیخ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

صاحب کو اپنے ہاتھوں سے غسل دیتا۔ ان کو کفن پہناتا لیکن یہ سعادت تو اوروں کے لیے لکھ دی گئی تھی۔ بہر حال مسجد سعد بن معاذ، عمر خان روڈ بھٹہ ویلج کیماڑی میں ہم نے محترم شیخ صاحب کا غائبانہ نمازِ جنازہ ادا کیا اور اس سے قبل مسجد ابراہیم کیماڑی میں نمازِ ظہر کے بعد نمازِ جنازہ غائبانہ ادا کیا گیا تھا۔ اور معلوم نہیں کہ محترم شیخ سے محبت رکھنے والوں نے کہاں کہاں اُن کے لیے نماز جنازہ غائبانہ ادا کیا ہو گا...!

احادیثِ رسول ﷺ سے شیخ کی والہانہ محبت واُلفت

ہمارے شیخ حق و صداقت کی علامت تھے۔ جس مسئلہ کا حق ہونا اُن پر واضح ہو جاتا، اُس پر مضبوطی سے ڈٹ جاتے اور دنیا کی کوئی طاقت اُنہیں اپنے موقف سے نہیں ہٹا سکتی تھی اور وہ اس معاملہ میں کسی لومۃ لائم کی بالکل پروانہ کرتے تھے۔

اپنے بھی خفا مجھ سے، بیگانے بھی ناخوش　　　میں زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند!

احادیث کی صحّت و سقم کے بارے میں شیخ صاحب کی تحقیقات بہت وسیع تھیں اور ان کی عادت تھی کہ حدیث پر حکم لگانے سے پہلے اس حدیث کی پوری تحقیق فرمایا کرتے تھے اور اس سلسلہ میں اگر اُن سے کوئی غلطی سرزد ہو جاتی اور اُنہیں جب اس کا احساس ہو جاتا تو وہ علانیہ اپنی غلطی سے رجوع فرماتے تھے اور یہ اُن کی بہت بڑی خوبی تھی جو خال خال لوگوں ہی میں نظر آتی ہے۔ موصوف کا صحیحین (بخاری و مسلم) کے بارے میں یہ موقف تھا کہ اِن کی تمام مرفوع روایات بالکل صحیح ہیں۔ اگر کسی نے بخاری یا مسلم کی روایت پر اعتراض کیا تو شیخ صاحب اس کا جواب لکھ دیا کرتے تھے۔

سنن اربعہ اور دیگر کتبِ احادیث میں صحیح کے ساتھ ساتھ ضعیف روایات بھی موجود ہیں چنانچہ اس سلسلہ میں موصوف نے سنن اربعہ پر تحقیق و تخریج کا کام بھی کیا ہے جن میں سے ابوداؤد، ابن ماجہ اور نسائی کو دار السلام نے شائع کر دیا ہے لیکن سنن ترمذی ابھی تک شائع نہیں ہوئی۔ علاوہ ازیں مشکوٰۃ المصابیح، تفسیر ابن کثیر کو بھی مکتبہ اسلامیہ نے شیخ صاحب کی تحقیق و تخریج کے ساتھ شائع کر دیا ہے۔ نیز شمائل ترمذی شیخ صاحب کی تحقیق و تخریج اور عمدہ فوائد

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

کے ساتھ عنقریب شائع ہونے والی ہے۔

شیخ موصوف نے سنن اربعہ کی ضعیف و موضوع روایات کو بھی ایک جز میں اکٹھا کر دیا ہے جس کا نام أنوار الصحيحة في الأحاديث الضعيفة من السنن الأربعة رکھا۔ یہ کتاب سنن ابوداؤد، جامع ترمذی، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ کی ضعیف روایات کا مجموعہ ہے جس میں ان روایات کے اطراف، راویانِ حدیث، وجہ ضعف اور مختصر تخریج بھی درج کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ شیخ موصوف کی درج ذیل کتب بھی شائع ہو چکی ہیں:

① نصر الباری فی تحقیق جزء القراءۃ للبخاری

② جزء رفع الیدین للبخاری

③ تحفۃ الاقویاء فی تحقیق کتاب الضعفاء للبخاری (عربی)

④ الفتح المبین فی تحقیق طبقات المدلسین لابن حجر العسقلانی (عربی)

⑤ جزء علی بن محمد الحمیری (عربی)

⑥ مسائل محمد بن عثمان ابن شیبہ (عربی)

شیخ موصوف جب کسی روایت پر ضعف کا حکم لگاتے ہیں تو اُس کی وجہ ضعف بھی بیان کر دیتے ہیں کہ یہ حدیث کس وجہ سے ضعیف ہے کیونکہ بعض لوگ کسی روایت پر حکم لگاتے ہیں لیکن اس حدیث کی وجہ ضعف بھی بیان نہیں کرتے۔ نیز شیخ موصوف جب کسی ایسے راوی پر تحقیق کرتے ہیں اور کچھ محدثین نے اُن پر جرح بھی کر رکھی ہوتی ہے تو موصوف جمہور محدثین کی توثیق کی وجہ سے اسے ثقہ قرار دیتے اور ایک مقالہ میں اُنہوں نے اس کے دلائل بھی ذکر فرما دیے ہیں۔

موجودہ دور میں گمراہ فرقے، ثقہ و ثبت رواۃِ حدیث کو اپنی نفسانی خواہشات کی وجہ سے ضعیف باور کرانے کی کوشش کرتے نظر آتے ہیں، ایسے باطل فرقوں کے خلاف موصوف کا قلم فوراً حرکت میں آجایا کرتا تھا۔ حدیث بیان کرنے والے بعض رواۃ ایسے بھی ہیں کہ جنہیں عموماً ضعیف سمجھا جاتا ہے لیکن جب شیخ موصوف نے ان پر تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ جمہور کے نزدیک وہ ثقہ ہیں جیسے مؤمل بن اسماعیل، نعیم بن حماد خزاعی مروزی، محمد بن عثمان بن ابی شیبہ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

اور شہر بن حوشب وغیر ہم۔

اور بعض حدیث بیان کرنے والوں پر بلاوجہ بھی کلام کیا گیا ہے اور موجودہ دور میں ان کو ضعیف ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے چنانچہ اس سلسلہ میں شیخ موصوف کے مقالات کی طرف رجوع ضروری ہے۔

احادیث کی تصحیح وتضعیف میں فن تدلیس کا بھی بہت کردار ہے۔ محترم شیخ نے اس سلسلہ میں بہت سے مقالات تحریر فرمائے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ کوئی راوی اگر 'مدلس' ہے اور وہ کسی روایت کو عن سے بیان کر رہا ہے تو جب تک کسی دوسری روایت میں اس راوی کے سماع کی تصریح نہیں مل جاتی تو صحیحین کے علاوہ دوسری کتب میں نقل کردہ ایسی روایات ضعیف مانی جائیں گی اور اس بات کی وضاحت اُصولِ حدیث کی کتب میں وضاحت کے ساتھ موجود ہے۔ بلکہ امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر کسی راوی نے ایک ہی مرتبہ تدلیس کی ہوگی تو اس راوی کی روایت بھی سماع کی تصریح کے بغیر قبول نہیں کی جائے گی اور اس روایت کو ضعیف ہی مانا جائے گا۔ اور صحیحین کی روایات میں مدلسین کا عنعنہ قابل قبول ہے کیونکہ امام بخاری اور امام مسلم نے وہ معنعن روایات ذکر کی ہیں کہ جن کے سماع کی تصریح دوسرے مقام پر موجود ہوتی ہے۔ اور اس فن پر جن لوگوں نے کتابیں لکھی ہیں، اُنہوں نے وہاں اس کے ثبوت پیش کر دیے ہیں۔ اس سلسلہ میں بعض لوگوں نے بڑی فاش غلطیاں بھی کی ہیں اور کسی جگہ بعض رواۃ کی روایات کو تو ضعیف قرار دیا ہے لیکن بعض راویوں کی روایات کو صحیح قرار دے ڈالا ہے حالانکہ وہ رواۃ بھی مدلسین میں شامل ہیں۔

محترم شیخ نے احادیث کی تصحیح وتضعیف میں اُصولوں کی زبردست پابندی کی ہے اور اس سلسلہ میں اُنہوں نے خوب مطالعہ کرنے کے بعد ہی احادیث کی تصحیح وتضعیف کا کام کیا ہے۔ بعض لوگوں نے دو چار ضعیف احادیث کو ذکر کر کے اور ضعیف + ضعیف + ضعیف ذکر کر کے اس حدیث کو صحیح قرار دے ڈالا ہے۔ شیخ موصوف کا اُصول یہ ہے کہ کسی ضعیف روایت کے کتنے ہی ضعیف شواہد کیوں نہ ہوں، وہ حدیث اصلاً ضعیف ہی مانی جائے گی اور وہ اس وقت تک صحیح تسلیم نہیں کی جائے گی جب تک کہ اس کا کوئی صحیح شاہد نہ مل جائے۔ اس بحث کو مقالات

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

میں دیکھا جا سکتا ہے۔

موصوف کے مقالات ۵ جلدوں میں اور فتاویٰ علمیہ ۲ جلدوں میں چھپ چکے ہیں۔ اس کے علاوہ مختلف موضوعات پر موصوف کی کتب موجود ہیں۔ جن میں موصوف نے دلائل کے ساتھ صحیح موقف کو واضح کیا ہے اور لوگوں کی قرآن و حدیث کی طرف راہنمائی فرمائی ہے۔

موصوف نے منکرین حدیث کے ردّ میں بھی کتابیں لکھی ہیں۔ مقلدین احناف میں دیوبندیوں اور بریلویوں کے ردّ میں بھی آپ نے بہت کچھ لکھا ہے اور اُن کے ایسے عقائد و نظریات، جو قرآن و حدیث کے خلاف ہیں، اُن پر کھل کر لکھا ہے اور قرآن و حدیث کی طرف اُن کی راہنمائی فرمائی ہے تاکہ وہ غلط عقائد و نظریات کو ترک کر کے خالص اسلام کی شاہراہ پر آجائیں۔ شیخ موصوف کو اللہ تعالیٰ نے اخلاص بھرا دل عطا فرمایا تھا اور آپ کی کوشش تھی کہ جس طرح اُنہوں نے خود حق و صداقت کو سوچ سمجھ کر اختیار کیا ہے، دوسرے لوگ بھی اس سچائی کی پیروی کر لیں۔ لیکن حقیقت یہی ہے کہ ہدایت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور وہ جسے چاہتا ہے، صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت عطا فرماتا ہے۔

شیخ صاحب کو قرآنِ کریم سے بھی والہانہ محبت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ موصوف نے اس دوران قرآن کو صرف ۳ماہ میں حفظ کر لیا تھا اور پھر اپنے نام کے ساتھ حافظ لکھا کرتے تھے۔

محترم شیخ صاحب شروع میں اپنے والدِ محترم کی وجہ سے حنفی علما سے متاثر تھے کیونکہ ان کے والد جماعتِ اسلامی سے وابستہ تھے۔ شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ ان کے چچا محترم نے اُنہیں ایک مرتبہ صحیح بخاری عنایت کی اور کہا کہ بیٹا! حدیث کی یہ کتاب صحیح ترین کتاب ہے، آپ اس کا مطالعہ ضرور کریں لیکن اس پر عمل نہ کرنا۔ میں حیران رہ گیا کہ جب بخاری شریف حدیث کی سب سے زیادہ صحیح کتاب ہے تو پھر اس پر عمل سے کیوں روکا جا رہا ہے؟ چنانچہ میں نے اس کا مطالعہ شروع کیا اور اس پر عمل کرنا بھی شروع کر دیا اور جہاں رفع الیدین کا ذکر آیا، میں نے اپنے طور پر رفع الیدین بھی کرنا شروع کر دیا۔

شیخ موصوف جدید تعلیم یافتہ بھی تھے۔ اُنہوں نے انگلش میں ایم اے کیا تھا اور فرماتے ہیں کہ میں نے پشتو زبان بھی پڑھی اور اس میں مہارت حاصل کرنے کے لیے پشتو کی گرامر بھی

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

پڑھی۔ اگر میں اتنی محنت عربی زبان پر کرتا تو عربی میں مزید ماہر ہو جاتا۔

موصوف تقریباً ۲۳ سال کی عمر میں دینی علوم کی طرف متوجہ ہوئے۔ شروع میں انہوں نے اپنے اُستاد شیخ اللہ دتہ رحمۃ اللہ علیہ سے علم سیکھا اور جہلم میں باقاعدہ پڑھ کر وہاں سے سندِ فراغت حاصل کی۔ موصوف انتہائی ذہین انسان تھے، اس لیے اُنہوں نے چند سالوں میں ہی دینی علوم میں دسترس حاصل کر لی تھی اور پھر اُنہوں نے دینی کتب کا مطالعہ شروع کر دیا جس سے ان کے علم میں نکھار پیدا ہو گیا۔

میں نے ۱۹۸۴ء میں عذابِ قبر کے منکر ڈاکٹر عثمانی کے ردّ میں ایک کتاب 'الدین الخالص' لکھی تھی جس کا مطالعہ موصوف نے بھی کیا۔ اس وقت تک میری شیخ صاحب سے کوئی واقفیت نہیں تھی۔ شیخ نے مجھے خط لکھا اور اس میں میری ایک غلطی کی نشاندہی کی میں نے ایک محدث ابو احمد الحاکم کے متعلق لکھا کہ وہ متساہل ہیں شیخ صاحب نے بتایا کہ ابو احمد الحاکم متساہل نہیں ہیں بلکہ وہ ابو عبد اللہ الحاکم صاحبِ مستدرک ہیں کہ جو متساہل ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ محترم شیخ صاحب کے علاوہ کسی دوسرے عالم نے میری اس غلطی کی نشاندہی نہ کی تھی۔ پھر شیخ صاحب نے مجھے یہ بھی بتایا کہ شروع میں، مَیں قبر میں سوال وجواب کے وقت اعادۂ روح کا قائل نہ تھا لیکن آپ کی کتاب کے مطالعہ کے بعد میں اعادۂ روح کا قائل ہو گیا۔

شیخ صاحب ایک مرتبہ کراچی تشریف لائے تھے۔ کمال عثمانی صاحب نے ان سے کہا کہ آپ نمازِ جمعہ کے بعد ڈاکٹر عثمانی سے بات کرنے کے لیے تشریف لے جائیں اور اُن سے سوال کریں کہ اُنہوں نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو کس دلیل کی بنیاد پر کافر قرار دیا ہے؟ (نعوذ باللہ من ذلک) ڈاکٹر عثمانی کا دعویٰ تھا کہ چونکہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا یہ عقیدہ تھا کہ قبر میں سوال وجواب کے وقت روح لوٹائی جاتی ہے، اس بنا پر میرا ان کے بارے میں یہ موقف ہے۔ اور دلیل کے طور پر ڈاکٹر موصوف نے امام احمد کی طرف منسوب 'کتاب الصلوٰۃ' کا حوالہ دیا تھا اور حوالہ کے طور پر اُنہوں نے دیوبندی عالم مولانا سرفراز خان صفدر کی کتاب 'تسکین الصدور' کا عکس دیا تھا جبکہ کتاب الصلوٰۃ میں یہ مسئلہ سرے سے موجود ہی نہیں ہے اور پھر کتاب الصلوٰۃ کا

magazine.mohaddis.com

انتساب بھی امام احمد بن حنبل کی طرف درست نہیں۔ یہ کتاب ان کی طرف منسوب ہے لیکن درحقیقت یہ کتاب اُن سے ثابت نہیں ہے۔ البتہ طبقاتِ حنابلہ میں اعادۂ روح کی بات موجود ہے لیکن اس کی سند میں کئی رواۃ مجہول ہیں[1]۔ جب موصوف وہاں تشریف لے گئے اور ڈاکٹر عثمانی سے سوال کیا کہ آپ نے کس دلیل کی بنیاد پر امام احمد بن حنبل کو کافر کہا ہے؟ اس کا ثبوت پیش کریں۔

ڈاکٹر عثمانی نے شیخ صاحب کو ٹالنے کی بہت کوشش کی لیکن شیخ صاحب نے ان سے مطالبہ کیا کہ آپ طبقاتِ حنابلہ لائیں تاکہ میں آپ کو بتاؤں کہ اس سند میں کیا خامی ہے۔ ڈاکٹر عثمانی کہنے لگا: تم الف ب تو جانتے نہیں کل کے بچے ہو (اس کا خیال تھا کہ شیخ صاحب کو عربی نہیں آتی ہو گی) شیخ صاحب نے ڈاکٹر عثمانی سے عربی میں گفتگو شروع کر دی۔ شیخ صاحب روانی سے عربی بول رہے تھے جبکہ ڈاکٹر عثمانی اٹک اٹک کر گفتگو کر رہے تھے۔ جب ڈاکٹر عثمانی زچ ہو گیا تو کہنے لگا کہ اُردو میں بولو، ورنہ یہیں بات چیت ختم کر دوں گا۔ شیخ صاحب کا وہی مطالبہ تھا کہ کتاب پیش کرو کیونکہ آپ نے اتنا بڑا فتویٰ لگایا ہے۔ ڈاکٹر عثمانی نے پینترا بدل کر کہا کہ میاں! تم کتاب کیوں نہیں لائے؟ شیخ صاحب نے کہا کہ دعویٰ آپ کا ہے، کتاب میں کیوں لے کر آؤں؟ اور آخر میں ڈاکٹر عثمانی نے یہ کہہ کر جان چھڑائی کہ جب تم کتاب لاؤ گے تو پھر گفتگو ہو گی۔ اس گفتگو میں ڈاکٹر عثمانی نے چالاکی کی حد کر دی لیکن اپنا دعویٰ وہ ایک عالم دین کے سامنے ثابت نہ کر سکے۔ شیخ صاحب اپنے ساتھ ایک چھوٹا سا ٹیپ ریکاڈر بھی لے گئے تھے لیکن اس میں صحیح ریکاڈنگ نہ ہو سکی تھی۔ اللہ کی قدرت دیکھیے کہ ڈاکٹر عثمانی کے ہی ایک مرید سے صاف ریکارڈنگ مل گئی جو پھر بعد میں کئی لوگوں نے سن کر اپنے نظریات اور امام احمد بن حنبل پر بہتان کی اصلاح کی۔

یہ واقعہ غالباً ۱۹۸۵ء میں کا ہے۔ اس وقت شیخ صاحب کی عمر ۲۷ سال کے لگ بھگ تھی۔

شیخ صاحب کو علامہ بدیع الدین شاہ راشدی اور ان کے بھائی سید محب اللہ راشدی رحمہم اللہ سے بے انتہا محبت تھی اور ان دونوں شیخین سے اُنہوں نے اجازتِ حدیث کی سند بھی حاصل کی

۱ دیکھیے میری کتاب الدین الخالص: قسط دوم / ص ۲۲، ۲۳

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

تھی اور پھر مجھے بھی کہا کہ آپ بھی ان سے 'اجازۂ حدیث' حاصل کرلیں۔ چنانچہ میں نے بھی ان دونوں بزرگوں سے 'اجازۂ حدیث' حاصل کرلی۔ شیخ موصوف نے اپنے رسالہ 'الحدیث' میں ان دونوں بزرگوں کا مفصل تذکرہ کیا ہے اور پھر اپنے مقالات میں بھی ان کے تذکروں کو نقل کیا ہے۔[1]

میں نے ۱۹۸۹ء میں کتاب 'الفرقة الجديدة' لکھی جو فرقہ مسعودیہ کے ردّ میں تھی۔ اور اس کتاب میں شیخ صاحب کے ایک مضمون کو میں نے بطورِ مقدمہ شامل کتاب کرلیا تھا۔ شیخ صاحب نے میری اس کتاب کو بے حد پسند کیا اور شیخ صاحب جو مضمون فرقہ مسعودیہ کے ردّ میں لکھتے، اس میں میری کتاب 'الفرقة الجديدة' کو پڑھنے کی خاص تاکید فرماتے۔ اس کتاب میں ذکر کردہ احادیث کی تحقیق و تخریج کا کام بھی شیخ صاحب نے فرمایا تھا۔ شیخ صاحب نے میرا ایک مضمون 'بے اختیار خلیفہ کی حقیقت' بھی الحدیث کے شمارہ نمبر ۲۲ میں شائع فرمایا تھا اور اس مضمون کو اُنہوں نے بے انتہا پسند فرمایا اور اس کا پروف بھی مجھے تصحیح کے لیے بھیجا تھا۔

موصوف نے ماہنامہ 'الحدیث' کا آغاز جون ۲۰۰۴ء سے فرمایا تھا اور اب نومبر ۲۰۱۳ء میں اس کا شمارہ نمبر ۱۱۱ آچکا ہے۔ اس رسالہ کو بعد میں ماہنامہ 'اشاعة الحدیث' کا نام دے دیا گیا۔ ۹ سال کے اس عرصہ میں موصوف کے قلم سے ایسے علمی و تحقیقی مضامین منظر عام پر آئے کہ جس نے علمی دنیا کو حیران کرکے رکھ دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ موصوف نے اپنے آپ کو دین کے کام اور خدمت و دفاعِ حدیث کے لیے وقف کر دیا تھا۔ موصوف نے یہ علمی و تحقیقی کام قرآنِ کریم اور حدیثِ رسول ﷺ کے اس فرمان کے مطابق شروع کیا تھا:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا ﴾[2]

"اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تم اس کی اچھی طرح تحقیق کرلیا کرو۔" (اور تحقیق کے بعد ہی اسے لوگوں کے سامنے پیش کرو)

---

۱ دیکھیے: مقالات حصہ اول ۴۸۴ تا ۵۰۶

۲ الحجرات:۶

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

اور نبی ﷺ کا فرمان ہے:

«كفى بالمرء أن يحدّث بكل ما سمع» [1]

"کسی آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے اتنی ہی بات کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات آگے بیان کرے۔(اور اس کی تحقیق نہ کرے)"

شیخ صاحب نے اس عرصہ میں بے شمار علمی و تحقیق مضامین لکھے جن میں سے بہت مضامین اُنہوں نے ماہنامہ 'اشاعۃ الحدیث' میں شائع کر دیے۔ اور اب یہ تمام مضامین کتابی شکل میں بھی شائع ہو چکے ہیں اور دین حق کے پروانے ان مضامین سے اپنی علمی پیاس بجھا رہے ہیں۔ شیخ صاحب کی اکثر کتب کو لاہور میں مکتبہ اسلامیہ، اردو بازار والے مولانا محمد سرور عاصم شائع کرتے رہے۔ ان کتابوں سے شرک و کفر، بدعات اور تقلید جامد کے اندھیرے چھٹنے لگے اور لوگوں کے قافلے قرآن وحدیث اور توحید و سنت کی طرف رواں دواں ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے نورِ ایمان اور نورِ قرآن وحدیث سے لوگوں کے سینوں کو منور کرنا شروع کر دیا۔

اللہ تعالیٰ سے اُمید واثق ہے کہ شیخ صاحب کی یہ تمام تگ ودو اسلام کے چشمہ صافی کو تیز تر کرنے اور اس کی نشأۃِ ثانیہ کے لیے خالص بنیاد کا کام کرے گی۔ شیخ صاحب تو دنیا سے روانہ ہو چکے لیکن ان کا مشن سنبھالنے کے لیے ان کے شاگرد میدانِ عمل میں مصروف ہیں۔ شیخ صاحب کی جدائی کا صدمہ یقیناً ہمارے لیے ناقابل برداشت ہے لیکن شیخ صاحب جو دینی اثاثہ چھوڑ گئے ہیں، وہ ہمارے لئے تقویت کا زبردست سہارا ہے۔ گویا شیخ محترم ہم سے جدا ہونے کے بعد ہمارے درمیان زندہ ہیں، ان کے ورثہ کی حفاظت اللہ کی مدد سے ان کے شاگرد اور ساتھی کریں گے اور کتاب وسنت کی جس شاہراہ پر آپ زندگی بھر مصروف اور گامزن رہے ہیں، اللہ کی توفیق سے ہم اس راہ کو کھوٹا نہ کریں گے بلکہ یقین محکم کے ساتھ علم کی اس راہ پر رواں دواں رہیں گے۔

شیخ محترم نے جو کچھ محنت فرمائی ہے، اسے وہ اپنے پیچھے صدقہ جاریہ بنا کر چھوڑ گئے ہیں۔ محترم شیخ نے طلبا وطالبات کے لیے اپنے ہاں مدرسہ کی بنیاد بھی رکھ دی تھی اور یہ قافلہ بھی اب

1 صحیح مسلم:5

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

اپنی منزلیں طے کر رہا ہے اور یہ ننھے ننھے پودے بھی ان شاء اللہ بارآور درخت بن جائیں گے اور محترم شیخ صاحب کے لیے صدقہ جاریہ کا کام کرتے رہیں گے۔

ہمارے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ محترم شیخ ہمیں اتنے جلدی چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ ان کی رفاقت کے لمحات یقینی طور پر یاد آتے رہیں گے۔ ان کا حسین اور منور چہرہ نظروں کے سامنے جب آتا ہے تو دل کو طمانیت حاصل ہوتی ہے۔ ان کی گفتار ورفتار اور نشست وبرخاست ہر لمحہ یاد آتی رہے گی۔ جانے والے تم ہمیں بہت یاد آؤ گے!!

شیخ محترم کو جو مقام اللہ تعالیٰ نے عنایت فرمایا، اسے کسی شاعر نے ان الفاظ میں ذکر کیا ہے:

ایں سعادت بزور بازو نیست　　　　تانہ بخشد خدائے بخشندہ

"ایسے مراتب بزورِ بازو حاصل نہیں ہوتے بلکہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہوتا ہے۔"

ایسے علمائے کرام جو راسخون فی العلم کے درجہ پر فائز ہیں، دنیا ان کے وجود سے خالی ہوتی جا رہی ہے، شیخ صاحب کا شمار ان نابغہ روزگار ہستیوں میں ہے کہ ایسے علما صدیوں بعد پیدا ہوتے ہیں۔ آپ کے شاگردانِ باوفا آپ کو اپنی دعاؤں میں ہمیشہ یاد کرتے رہیں گے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے جان نثار ساتھی سیدنا ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی موت پر جو دعا مانگی تھی، ہم بھی محترم شیخ صاحب کے لیے وہی دعا مانگتے ہیں: اللهم اغفر لحافظ زبير عليزئي وارفع درجته في المهديين واخلفه في عقبه في الغابرين واغفرلنا وله يا رب العالمين وافسح له في قبره ونور له فيه

"اے اللہ! حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کی مغفرت فرما، ہدایت یافتہ لوگوں میں اس کا درجہ بلند فرما، اس کے پیچھے باقی رہ جانے والوں میں تو اس کا خلیفہ بن جائے۔ تمام جہانوں کے پروردگار! ہمیں اور اسے بخش دے، اس کی قبر کو کشادہ فرما اور اسے (نور سے) منور فرما۔"

شیخ صاحب کے اہل وعیال اور عزیز واقارب سے ہم اِنہی الفاظ سے تعزیت کرتے ہیں۔

اے اللہ! ہمارے شیخ حافظ زبیر علی زئی کی مغفرت فرما، اُن کی لغزشوں کو معاف فرما اور جنت الفردوس میں ان کو اعلیٰ مقام نصیب فرما۔ آمین!

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

تبلیغ دین کے لئے مجلس التحقیق الاسلامی کی ایک اور عظیم و منفرد کاوش

'کتاب و سنت.کام' اور 'محدث فورم'

ISLAMIC INSTITUTE

یومیہ 5000 سے زائد وزیٹرز
دنیا بھر سے ہر لحہ 600 تا 800 قارئین

اُردو زبان کی مقبول ترین
دینی ویب سائٹ اور فورم

زیر سرپرستی:
مولانا حافظ عبد الرحمن مدنی حفظہ اللہ
ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

زیر اہتمام:
حافظ انس نضر مدنی
ڈاکٹر حافظ حمزہ مدنی

علمی نگران:
حافظ محمد زبیر
حافظ طاہر اسلام عسکری

فنی نگران:
انجنیئر شاکر علی

خصوصیات

- اسلامی مضامین، کتب اور دینی رسائل کے لئے پہلی اُردو یونی کوڈ (سرچ وایڈٹ ایبل) ویب سائٹ
- اسلامی لٹریچر اور شرعی مسائل کے لئے دنیا بھر سے ملنے والے مطالبوں کی تکمیل
- یومیہ ضروریات کے مطابق خصوصی اور اہم مضامین
- ویب سائٹ کے ہر صفحہ اور سروس پر تبصرے و جائزے اور تاثرات و شماریات کی سہولت

جاری پروگرام

۱. شعبہ کتب: یومیہ دو کتب کا اضافہ (یونی کوڈ اور PDF) .... آن لائن کتب: ۸۴۵

۲. شعبہ مضامین: مختلف ایام اور حالات کی مناسبت سے شائع کیے جانے والے اہم مضامین

۳. محدث فورم: چار ماہ قبل شروع کیا جانے والا شرعی بحث و مباحثہ کا فورم..... اراکین: ۷۴۴، موضوعات ۱۹۰۴، ترسیلات ۱۱۹۷۶

۴. آن لائن شرعی کلاسز: دنیا بھر کے لئے تفسیر ابن کثیر اور صحیح بخاری کی آن لائن ہفتہ وار فری کلاسز

۵. شعبہ رسائل: روزانہ ایک رسالہ کا آن لائن اضافہ ... محدث کے ابتدائی ۱۰ سال کے شمارے آن لائن

درج ذیل ممتاز دینی رسائل پر کام جاری ہے:

a. ماہنامہ 'محدث' لاہور: پاکستان کا مشہور و معروف تحقیقی مجلہ

b. سہ ماہی 'رُشد': علوم قرآن کے لئے مخصوص لاہور اسلامک یونیورسٹی کا ترجمان

c. ماہنامہ 'الحدیث' حضرو: حدیثی موضوعات اور عالمانہ تحقیقات پر مشتمل مقبول مجلہ

d. ہفت روزہ 'الاعتصام' لاہور: پاکستان میں جماعت اہل حدیث کا علمی ترجمان

مستقبل کے منصوبے

۶. شعبہ فتاویٰ: لاہور اسلامک یونیورسٹی کے فاضل اساتذہ کے فتاویٰ اور شرعی جوابات

۷. آڈیو سیکشن: پاکستان کے نامور علمائے کرام اور ممتاز قرائے عظام کی تقاریر و تلاوتیں

۸. لاہور اسلامک یونیورسٹی کی تین اسلامی لائبریریوں کی آن لائن فہارس کتب

۹. قرآن و سنت: قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کے مستند اردو تراجم

www.kitabosunnat.com

CPL No. 49
Vol. 45 No.5
Monthly MUHADDIS Lahore
5866476
5866396

- عناد اور تعصب قوم کے لیے زہرِ ہلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں
لیکن تعصّبات سے بالاتر رہ کر اِفہام وتفہیم اُمت کے لیے رحمت کا باعث ہے۔

- علومِ جدیدہ سے ناواقفیت اور انکارُ انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں
لیکن قدیم علومِ اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دَقیانوس بتانا اُمت کی تباہی کا سبب ہے۔

- غیر مذاہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اَقدار کے منافی ہے
لیکن دینِ اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام نہ دینا حمیتِ دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔

- تبلیغِ دین اور اشاعتِ اسلام میں حکمتِ عملی کو نظرانداز کر دینا مصالحِ دینیہ کے خلاف ہے
لیکن حلال اور حرام کے امتیاز میں رَواداری برتنا اور قوانین ومسائلِ اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔

- آئین وسیاست سے بیگانہ ہو کر عبادت کے لیے گوشہ نشین ہوجانا زندگی سے فرار ہے
لیکن جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

- جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عبادِ صالحین کے اَوصاف میں داخل ہے
لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔

اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو

ماہنامہ محدث لاہور

کا مطالعہ فرمائیے، آپ اس کو ان جملہ صفات ومحاسن سے مزین پائیں گے، اِن شاء اللہ!
کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

- قیمت فی شمارہ ۳۰ روپے
- زرِ سالانہ ۳۰۰ روپے